ماہنامہ

حیاتِ نو

بلریاگنج

خصوصی اجلاس عام نمبر

خصوصی اجلاس عام نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا ترجمان

ماہنامہ مجلہ حیاتِ نو بلریاگنج

شمارہ ۸	جمادی الثانی، رجب، شعبان ۱۴۱۷ھ نومبر، دسمبر ۱۹۹۶ء جنوری ۱۹۹۷ء	جلد ۱۲

مدیر مسئول

نور محمد فلاحی

معاون

انیس احمد فلاحی

بدل اشتراک

سالانہ زر تعاون	۵۰/۰۰ روپئے
طلبہ کے لئے	۴۰/۰۰ روپئے
خصوصی زر تعاون	۱۰۰/۰۰ روپئے
اعزازی زر تعاون	۱۰۰۰/۰۰ روپئے
غیر ممالک سے زر تعاون	۲۵/امریکی ڈالر
قیمت فی شمارہ	۵/۰۰ روپئے
اس شمارے کی قیمت	۱۵/ روپئے

○ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو چکی ہے لہذا جلد سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں۔

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مجلہ "حیاتِ نو" جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڑھ

فون کوڈ ۔ ۰۵۴۶۶ فون ۲۵۱۵ پن کوڈ ۲۷۶۱۲۱

کتابت:۔ محمد اشفاق عالم مفتاحی

نقوش حیاتِ نو

وہ ایک لمحہ محبت کی یادگار تھا جو (اداریہ)	انیس احمد فلاحی	۳
فاعتبروا یا اولی الابصار (خصوصی اداریہ)	انیس احمد فلاحی	۵
پیغام	علامہ یوسف القرضاوی	۷
استقبالیہ	مولانا مطیع اللہ فلاحی	۱۲
خطبۂ صدارت	مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی	۱۶
روداد انجمن	مولانا عمران احمد فلاحی	۲۴
اصلاح معاشرہ	مولانا جلال الدین عمری	۳۱
مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی صورتحال اور نوجوان	مولانا ولی اللہ سعیدی فلاحی	۴۵
شہادت حق اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا احمد سراج الحسن	۵۲
اس انقلاب میں خواتین کا بھی حصہ ہے	مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی	۶۰
روداد اجلاس عام	انیس احمد فلاحی	۶۷
رپورٹ سیمینار بعنوان "علوم اسلامیہ اور عصر حاضر"	ادارہ	۷۱
طلبہ کا تعلیمی مظاہرہ	انیس احمد فلاحی	۷۴
شام ادب	مولانا افتخار الحسن محشر	۷۷
تنظیمی نشست	ادارہ	۸۲
اجلاس عام کے موقع پر منظور شدہ قراردادیں		۸۴
تعارف و تبصرہ	راز، ضیا	۸۷
جامعہ کے لیل و نہار	ماسٹر جنید کاظمی	۸۸
بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں	مولانا اظہار احمد فلاحی	۹۲
	ناظم جامعہ	۱۰۱

اداریہ

انیس احمد فلاحی مدنی

وہ ایک لمحہ محبت کی یادگار تھا جو

اجتماعات یوں تو اکثر ہوتے رہتے ہیں، ان کی افادیت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دینی، ملی اور اجتماعی شعور کو بیدار کرنے میں ان کا اہم رول ہوتا ہے۔ نیز دینی جوش و خروش کی بقا اور ایمانی غیرت و حمیت کی آبیاری و تحفظ میں بھی ان کا بڑا اہم حصہ ہوتا ہے — لیکن وہ اجتماعات جو کسی مادر علمی میں اس کے ابنائے قدیم کی جانب سے منعقد ہوتے ہیں ان کی اثر انگیزی کا رنگ و نقش کچھ زیادہ ہی گہرا اور خوشنما ہوتا ہے، کیونکہ اس میں داعی اور مدعی، دونوں طرف سے مشترک روحانی رشتے کے جذب و انجذاب کی کیفیت آفرینی ہوتی ہے۔ ایک طرف دل کی قوتِ جذب، مقناطیس کی طرح دوسرے کو اپنی جانب کھینچنا چاہتی ہے، تو دوسری طرف شوقِ انجذاب پروانہ کی طرح شمع پر نثار ہو جانے کے لئے مچلتا ہے اور وارفتگی و شیدائیت کے عالم میں خود کھنچ کھنچ کر وہاں پہنچنے کے لئے بے تاب ہوتا ہے، جہاں انہوں نے بیٹھ کر مستقبل کی خیاباں سازیاں کی تھیں، آنے والی زندگی کے خواب دیکھے تھے، آج اس جگہ کو ماضی کی یادگار کی حیثیت سے دیکھنے اور تھوڑی دیر ہی کے لئے سہی جس کی چاندنی سے کھیلنے اور اس میں محو ہو جانے کے لئے ارمان و آرزو کے قافلے اترتے ہیں۔ تو جگہ کتنی شان پر وہ حسین و دلربا نظر آتی ہے۔ حگر

آج تو کچھ اور ہی خوش رنگ ہے خاکِ چمن
خونِ دل کل تک نہ تھی سرخی میں تیری یہ پھبن

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کا چھٹا اجلاس عام ۲۵، ۲۶ راکتوبر کو شروع ہوا،

۲۴ر اکتوبر کی صبح کو ہی تمام اساتذہ وطلبہ آنے والے فلاحی بھائیوں کے لئے ہمہ تن انتظار نگاہ شوق راہوں میں بچھائے زبانِ حال سے کہتے دکھائی دے رہے تھے کہ ؎

گلوں میں رنگ بھرے بادِ نو بہار چلے
چلے بھی آؤ کہ گلشن کا کاروبار چلے

اور پھر ۲۵ کی صبح سے جب یہ بادِ نو بہار چلی اور علم و فضل کے نمائندوں کی آوری شروع ہوئی تو جامعہ کی پوری فضا میں علم کی مہتابی سی چھٹک گئی اور اسی فضا میں وہ پروگرام شروع ہوا، جو محبت کے روحانی رشتوں کو باقی و برقرار رکھنے کا ایک عالمانہ بہانہ ہے ؎

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام متوسلین جامعہ کے دلوں میں موجود اخلاص کے جذبہ کو مزید ترقی دے تاکہ وہ اسی طرح موقع بہ موقع اکٹھا ہو کر جامعہ کی ترقی کی راہیں تلاش کریں اور اس کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے کارآمد منصوبے روبہ عمل لائیں۔

خصوصی اداریہ

انیس احمد فلاحی مدنی

فاعتبروا یا اولی الابصار

۱۲ر نومبر ۱۹۹۶ء کو ہریانہ میں چرخی دادری کے مقام پر سعودی ایئرلائنز کے ایک مسافر بردار ہوائی جہاز اور قزاخستان کے ایک مال بردار جہاز کے باہمی تصادم سے ہونیوالے اندوہ ناک حادثہ کی تفصیلات اردو، ہندی اور انگریزی اخباروں میں آچکی ہیں۔

یہ حادثہ قضا وقدر کے آگے انسان کی بے بسی کا ثبوت بھی ہے اور اس بات کا اعلان بھی کہ انسان ہزار ترقی و تکمیل کے باوجود اپنی قوت اور صلاحیت میں ناقص اور کوتاہ ہے، بلاشبہ اس کی ایجاد و اختراع نے مہینوں کی دراز مسافتوں کو چند ساعتوں میں محدود و محصور کر لیا لیکن یہاں جو لوگ چند ساعتوں میں اپنی منزل مقصود سے ہم آغوش ہونے کی امید لئے سفر کر رہے تھے وہ آخر منزل سے قریب ہونے کے بجائے اس سے دور بہت دور اور اتنے دور ہو گئے کہ سائنس کی کوئی ایجاد نہ اس دوری کو ختم کر سکتی ہے اور نہ انہیں منزل سے ہمکنار کر سکتی ہے، فضا میں اربوں کھربوں کی تعداد میں موجود سیارے ہوائی جہاز کی بہ نسبت ہزاروں گنا زیادہ تیز رفتاری سے مسلسل گردش کرتے ہیں لیکن کیا کبھی ان میں سے کوئی سیارہ دوسرے سے ٹکرایا، سورج چاند سے، زحل مریخ سے، یا زہرہ مشتری سے کبھی متصادم ہوا۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے کمال میں ناقص اور خدا اپنے کمال میں کامل ہے۔

اجنبی ملکوں کا سفر کرنے والے اپنی پلکوں پہ کچھ خواب سجا کر نکلتے ہیں، یہ خواب زیادہ تر اپنی دنیوی زندگی کے خیابانوں کو بنانے، سنوارنے اور اسے جنت کے روپ میں ڈھالنے کا ہوتا ہے۔ لیکن حیف کہ جس دنیا کو وہ جنت

کے روپ میں ڈھالنے کا خواب اپنی پلکوں پہ سجا کر نکلے تھے وہ دنیا اُنکے لئے کھنڈر بن گئی پروردگار! ہم دعا کرتے ہیں کہ تو انہیں اپنی رحمت کی جنت سے محروم نہ کر بلکہ اپنی رضا کی ابدی آرام گاہ ان کا مقدر فرما دے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ہر وقت موت کو اپنے سامنے رکھیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ کب موت کا پروانہ آجائے لیکن کوئی نہیں سوچتا کہ ہر روز دنیا کو خیر باد کہنے والے پندرہ لاکھ انسانوں کی فہرست میں آج یا کل اس کا نام بھی ہو سکتا ہے۔

اس طرح کے حادثات پیش آتے ہیں تو غیر مومن کے لئے جزع فزع اور رنج و ماتم کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن ایک مومن کے حق میں یہ حادثات ومصائب درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس طرح کے حادثات کا شکار ہونے والوں کو شہادت کا عظیم مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور یہ معمولی تکلیف حتی کہ پاؤں میں کانٹا چبھنے پر بھی ایک مومن کو اجر ملتا ہے اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے ارشاد رسولؐ ہے۔

مامن مسلم يشاك شوكة فما فوقها الا كتبت له بها درجة ومحيت عنه بها خطيئة (متفق علیه)

اس لئے حادثات کے تعلق سے مومن کی شان جزع فزع کی نہیں بلکہ صبر اور تسلیم رضا اور دعا و ابتہال کی ہوتی ہے۔

پیغام

علامہ یوسف القرضاوی (قطر) کا پیغام جامعۃ الفلاح کے فارغین وفارغات کے نام۔

ترجمانی:۔ مولانا عبدالحسیب حفظہ اصلاحی

سب سے پہلے میں اس خدا کا شکر وسپاس ادا کرتا ہوں جس کے فضل واحسان ہی سے تمام نیک کام انجام پذیر ہوتے ہیں اور جس کی توفیق وتائید ہی سے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور درود وسلام بھیجتا ہوں نبی رحمت اور آفتاب ہدایت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے تمام آل واصحاب رضی اللہ عنہم پر جو آپ پر ایمان لائے، آپ کا ساتھ دیا، آپ کی مدد کی اور اس نورِ حق کی پیروی کی جو آپ پر نازل ہوا یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور اللہ کی رحمتیں ہوں ان تمام لوگوں پر جو رہتی دنیا تک آپؐ کی دعوت کو لیکر اٹھیں، آپؐ کی سنت کی پیروی کریں اور دین کی راہ میں آپؐ کی طرح سعی وجہاد کریں۔

عزیز طلبہ وطالبات جامعہ! میں آپ کو اپنی طرف سے، آپ کے عرب بھائیوں کی طرف سے عموماً اور اہل قطر کی طرف سے خصوصاً سلام مسنون پیش کرتا ہوں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

برادران عزیز! میں دل سے چاہتا تھا کہ آپ کی اس مبارک کانفرنس میں شریک ہوتا اور آپ سے براہ راست ملاقات کی سعادت سے ہمکنار ہوتا اور آپ سے رُو در رُو گفتگو کرتا جیسا کہ آج سے دس پندرہ سال قبل مجھے جامعہ میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی تھی یہ دیکھ کر مجھے از حد مسرت ہوئی کہ ہزارہا طلبہ وطالبات اسلام کی تعلیم کے حصول میں مشغول ہیں تاکہ وہ

آئندہ اسلام کے داعی بن کر اٹھیں، وہ خود بھی اس پر ایمان واعتقاد رکھتے ہوں، اور اس کی دعوت کی خاطر سرگرم عمل ہوں۔

جامعہ کے معلمین ومعلمات اور طلبہ کو ہدیۂ سلام وتبریک پیش کرتے ہوتے یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ یہ بات اپنے پیش نظر رکھیں کہ ہم ایک نہایت ہی عظیم اور مقدس کام میں لگے ہوتے ہیں کہ اگر یہ ایک طرف کارِ عبادت ہے تو دوسری طرف عملِ جہاد ـــــ

ایک ایسی سرزمین جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکمرانی کی اور انہوں نے یہاں کے چپہ چپہ پر اپنے علمی، تہذیبی اور تعمیری وتمدنی ہر طرح کے نقوش چھوڑے ہیں جس پر تاریخ اور زمانہ شاہد ہے آج اسی سرزمین پر مسلمان مختلف قسم کی سنگین اسکیموں کی زد میں ہیں۔ کچھ طاقتیں اس طرح کی چالیں چل رہی ہیں کہ اس سرزمین سے مسلمانوں کے وجود کو مٹا دیا جائے۔ دینی وتہذیبی حیثیت سے بھی اور مادی، قومی اور ملی حیثیت سے بھی ـــ مسلمانوں کو ہر طرح کی سازشوں کے تئیں بیدار رہنا ہوگا ـــ اپنے قومی وجود اور ملی تشخص کے ساتھ اپنے فکر وعقیدہ اور دین ومذہب کو دانتوں سے پکڑنا ہوگا کہ دین واعتقاد کے بغیر قومی وجود کیلئے کوئی وجہ جواز نہیں رہ جاتا۔ ع

ہم پاسباں ہیں اسکے وہ پاسباں ہمارا۔

اگر ہم دین کو سینے سے لگاتے رکھیں گے تو ہم اس سرزمین پر قائم ودائم رہیں گے۔ تمام ہی علماء اسلام، داعیانِ اسلام اور تمام اداروں کے وابستگان پر، جو اسلام کا صحیح فہم رکھتے ہیں ان سب پر یہ بات واجب ہوتی ہے کہ وہ اپنے درمیان اتحاد پیدا کریں، انکے اندر تعاون باہمی ہو اور اس عظیم کام کیلئے شانہ بہ شانہ ملاکر سرگرم عمل ہوں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "واعتصموا بحبل اللّٰہ ولا تفرقوا (سورۃ: آل عمران آیت: ۱۰۳) اللہ تعالیٰ نے اس سے متنبہ فرمایا ہے کہ

دیکھو تفرق مت اختیار کرنا، اگر تفرق اور تشتت کی راہ پر گامزن ہوگے تو تم بالکل تتر بتر ہوجاؤگے اور تمہارا کہیں نام ونشاں بھی نہ رہ جائے گا۔ دنیا میں بھی تم اس کے نتائج بد سے نہ بچ سکوگے اور آخرت میں بھی اسکے نتائج سے بچنا دشوار ہوگا۔ اس موقع پر جب کہ ہم انتہائی سنگین اور فیصلہ کن حالات سے گذر رہے ہیں۔ ہمارے لئے باہمی کشمکش کیلئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے ان حالات میں ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا ہوگا۔ ہمیں بیدار رہ کر اور بنیانِ مرصوص بن کر کام کرنا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان اللّٰہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ" الآیۃ (سورۃ: الصف: ۴) ہم

ہم ایک ایسے معرکہ کے سامنے کھڑے ہیں جس میں وجود اسلامی کیلئے سخت خطرات کا سامنا ہے ہمیں بہر حال فرد واحد، بنیانِ مرصوص بن کر اپنے وجود کو برقرار رکھنا اور دین کے خدمت گذار بنے رہنے کیلئے کوشاں رہنا چاہیئے۔ یوں تو اس بات کیلئے کوئی مانع نہیں ہے کہ ہم مختلف گروہوں اور جماعتوں کی شکلوں میں رہیں۔ لیکن اس بات کیلئے کوئی وجہ جواز نہیں ہے کہ ہمارے اندر کوئی تنسیق نہ ہو، ہمارے اندر کوئی تعاون نہ ہو، ہم دوسرے سے شانہ سے شانہ ملاکر کام نہ کرسکیں۔ مختلف ہوتے ہوئے بھی متحد ہوسکتے ہیں ایک مشترک مقصد کیلئے سرگرم عمل ہوسکتے ہیں اور ہونا ہی چاہیئے علماء ہند، جامعات اور علمی ودینی اداروں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو اس طرح تیار کریں کہ وہ دعوت کا کام کریں اور کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں ارشاد باری ہے "یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ" (سورۃ: مریم ۱۲) ایک دوسری جگہ فرمایا "خذوا ما اتیناکم بقوۃ" (سورۃ: البقرہ: ۶۳) اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا "ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم" الآیۃ (سورۃ الرعد: ۱۱)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ نہ جس کو خیال خود اپنی حالت

کے بدلنے کا۔ اسی لئے اگر آپ اپنے اندرون کو بدلیں گے تو بیرون میں خوشگوار تبدیلی پائیں گے۔ مارکسیوں کا خیال ہے کہ تغیر الاقتصاد یتغیر الانسان ان کا کہنا ہے کہ معیشت کو بدلو انسان بدل جائیگا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے اندرون کو بدلیں تو معیشت میں ایک عظیم اور صالح انقلاب آجائے گا۔

ہم تمام لوگوں کا یہ فرض ہے کہ ہم باطل کے مقابلہ میں کنارہ کشی یا گوشہ نشینی کی زندگی گذارنے کے بجائے معرکۂ حیات میں داخل ہوں۔ اور ہمارا ہر فرد اسلام کا داعی بن کر اٹھے، ہم پڑھے لکھے لوگوں کو جاہلوں کو مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں کو بڑوں کو الغرض ہر طبقہ کے لوگوں کو اسلام کے پیغام سے آشنا کریں اور اللہ کی طرف دعوت دیتے ہوئے ہم پھیل جائیں۔

ارشاد باری ہے "قل ھذہ سبیلی ادعو الی اللہ" (سورۃ یوسف: ۱۰۸)

عربی کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ "لسان الحال افصح من لسان المقال"

آدمی کی گفتار سے زیادہ اس کا کردار اثر انداز ہوتا ہے۔

آدمی سنتا نہیں ہے آدمی کی باتوں کو　　پیکرِ عمل بن کر غیب کی صدا بن جا

ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم فارغین جامعہ اور فارغات کو اور دیگر جامعات کے طلبہ کو اسلام کا داعی بنا کر اٹھائیں جو اپنے آپ کو بھی جگائیں اور قوم کے اندر بھی ایک بیداری پیدا کریں اللہ تعالیٰ نے انہیں جو علم دین عطا کیا ہے جو صلاحیتیں مرحمت فرمائی ہیں انہیں وہ خدمت اسلام کیلئے نصرت اسلام کیلئے غلبۂ اسلام کیلئے وقف کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو علم بخشا ہے اس کا حق یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے سیکھا ہے، اسی پر عمل کر رہے ہیں اور اسکی طرف دوسروں کو دعوت دے سکیں۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ منافق علیم سے پناہ مانگتے تھے کہا گیا کہ کیا منافق بھی علیم ہوتا ہے تو انہوں نے فرمایا "العلم علمان:

علم علی اللسان وعلم بالقلب" منافق عالم اللسان اور جاہل القلب ہوتا ہے اس کے پاس زبان کا علم تو ہوتا ہے لیکن اس کا دل ایمان سے خالی اور نا آشنا رہ جاتا ہے۔ ہمیں ایسے علماء درکار ہیں جنہیں زبان کا بھی علم ہو جن کے دل بھی علم کا مخزن اور آشیانہ ہوں اور انکی زندگیاں قرآن کی چلتی پھرتی تصویر ہوں اور جو سراپا دعوت ہوں۔

برادرانِ اسلام ! یہ ہے میری نصیحت آپ کو اور اپنے آپ کو بھی۔ اللہ تعالیٰ سے میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کا جو حال ہے وہ ماضی سے بہتر ہو اور مستقبل حال سے بھی بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر قائم و دائم رکھے۔ ہمیں دینِ اسلام کی خدمت کی توفیق بخشے۔ ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھے اور دینِ اسلام پر قائم و ثابت رکھے۔ میں آپکو اللہ کی امانت و حفاظت میں دیتا ہوں۔ اللہ بہترین ولی اور کارساز ہے۔

والسلام

(علامہ) یوسف القرضاوی

۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۹۶ء

خطبۂ استقبالیہ

مولانا مطیع اللہ فلاحی
ناظم چھٹا اجلاس عام

منعقدہ ۲۵،۲۶ اکتوبر ۱۹۹۶ء

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین اما بعد

پروردگار عالم کا ہم جس قدر بھی شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے پھر ہمیں ایک بار مل بیٹھنے اپنی کہنے اور اپنوں کی سننے کا زریں موقع عنایت فرمایا ہے۔

مہمانان گرامی قدر، مشفق اساتذہ کرام، محترم حاضرین مجلس جلسہ اور عزیز طلبہ۔ انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کے اس چھٹے اجلاس عام میں ہم آپ کا خیر مقدم اور پرتپاک استقبال کرتے ہوئے دلی مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ صرف رب کائنات کی خصوصی عنایتوں اور آپ کے دلی خلوص ہی کا نتیجہ ہے کہ ہماری پکار پر آپ نے لبیک کہا۔ ہمیں آپ کو اپنے درمیان پاکر جو خوشی ہو رہی ہے اس کا بیان ممکن نہیں بلکہ اس وقت تو ہمارا دل اللہ تعالیٰ کے شکر سپاس سے لبریز ہے اور ہمارا سر اس کی ستائش میں جھکا جا رہا ہے۔

محترم فلاحی برادران آج ہم اور آپ چار سال بعد اپنی مادر علمی میں ایک بار پھر جمع ہوتے ہیں۔ اس مادر علمی میں جہاں ہم نے اپنی عمر عزیز کا ایک اہم حصہ گذارا ہے اور آئندہ زندگی گذارنے کا نقشۂ زندگی مرتب کیا ہے۔ اس موقع پر ہمیں ذرا رک کر جائزہ لینا چاہیئے کہ جس مقصد کے لئے جامعہ کا قیام عمل میں آیا ہے اور جسکی اتمام وتکمیل کے لئے انجمن وجود میں آئی ہے ہم اس مقصد سے کتنے قریب اور ہماری عملی زندگی اس سے کس قدر مربوط وہم آہنگ ہے۔

ہمیں اپنے گریبان میں منھ ڈال کر سوچنا چاہیئے کہ کیا ہمارا شمار ایسے علماء میں ہو سکتا ہے جو قرآن وسنت کا گہرا علم صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں۔

جن کی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی بھی ہوں جو اسلامی اخلاق وکردار کے حامل ہوں؟

جن میں احیاء دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ ہو؟

جو گروہی جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعت قلب ونظر کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح وتعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں۔

برادران گرامی قدر! یہ وہ مقام ہے جہاں ہم چاہیں گے کہ تھوڑی دیر رک کر اپنا جائزہ لیں کہ کہیں خدانخواستہ ہم اپنا سبق بھول تو نہیں گئے ہیں اور اگر ایسا ہمیں محسوس ہو تو ہم کو چاہیئے کہ پھر سے ہم یہ سبق اپنے ذہن ودماغ میں تازہ کرلیں۔

حضرات اس وقت ملکی اور عالمی سطح پر جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور خصوصاً ہم مسلمانوں کے لئے جیسے کچھ منصوبے بنائے جا رہے ہیں کیا ان کے تقاضوں سے ہم باخبر ہیں اور اس زہر کے تریاق کی فراہمی کے لئے ہم تیاریوں میں مشغول ہیں۔

حضرات: آج ہم جہاں مختلف مدارس کے ذمہ داران اساتذہ اور کارکنان کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دل کی گہرائی سے انکی تشریف آوری پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں وہیں ہم ان کو یہ بتانا بھی چاہتے ہیں کہ انجمن کے پیش نظر مذکورہ مقاصد کے حصول کے لئے دیگر دینی وتعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور ان کا تعاون حاصل کرنا بھی ہے اور اسی سلسلے کی ایک کڑی اجلاس عام اور سیناروں کا انعقاد بھی ہے اس سے قبل چوتھے اور پانچویں اجلاس عام کے موقع پر دو سیناروں کا انعقاد کیا گیا تھا جو کافی مفید اور انتہائی کارآمد رہے اور جس پر اہل علم نے خراج تحسین پیش کرنے کیساتھ ساتھ ہماری حوصلہ افزائی بھی کی چنانچہ ہم اپنے اس چھٹے اجلاس عام کے موقع پر "عصر حاضر اور علوم اسلامیہ" جیسے اہم موضوع پر ایک سمینار پھر منعقد کر رہے ہیں جس پر اظہار خیال کیلئے ہم نے ہندوستان کے مختلف مکاتب فکر کے علماء اور دانشوروں کو دعوت دی ہے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہندوستان میں دین دینی مدارس کی وجہ سے زندہ ہے اور یہی وہ قلعے ہیں جہاں سے دعوت دین اور فروغ دین کے چشمے ابلتے ہیں اس لئے ان مدارس کو فعال بنانے یہاں سے زیادہ کارآمد افراد تیار کرنے کے لئے ہمیں ہمہ وقت سوچتے رہنا چاہیئے نیز ان کے خلاف کی جانے والی سازشوں سے بھی ہمیں چوکنا رہنا چاہیئے۔

محترم ہمدردان جامعہ و انجمن۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور آپ سے گذارش کرتے ہیں کہ آپ کا ہمارے ساتھ جو تعاون رہا ہے اس کے نتائج کو خود آپ اپنی آنکھوں سے دیکھیں پھر ہمیں بتائیں کہ آپ نے ہم سے جو توقعات وابستہ کی تھیں وہ کہاں تک پوری ہو سکی ہیں۔

محترم اساتذہ کرام۔ ہم طلبہ قدیم جنہوں نے آپ کے سایۂ عاطفت میں تربیت پائی ہے اور آپ کی شفقتوں میں پلے بڑھے ہیں آج آپ کے سامنے حاضر ہیں تاکہ آپ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہم اپنے آپ کو ڈھال سکیں ہماری کوشش رہی ہے کہ ہم آپ کی رہنمائیاں قبول کریں اور اس کے مطابق اپنے کو سنواریں اور آئندہ بھی یہ توقع رکھتے ہیں کہ ہمیں آپکی رہنمائیاں حاصل رہیں گی۔

محترم ناظم جامعہ اور ذمہ داران جامعہ ہم آپ کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں کہ آپ نے ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور ہمیں آپ کی ہر طرح کی تائید حاصل رہی اگر آئندہ بھی ہمیں آپ کا یہ تعاون و تائید حاصل رہی تو ان شاء اللہ ہم اپنی مادر علمی کی قابل قدر خدمت انجام دے سکیں گے۔

عزیز طلبہ! آپ ہمارے چھوٹے اور عزیز بھائی ہیں آپ ہی جامعہ اور انجمن دونوں کے مستقبل ہیں جامعہ کا جو نقشہ اس وقت نظر آرہا ہے یہ آپ کی دن و رات کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ گرچہ یہ آپ ہی کا کام اور آپ نے اس کو اپنا کام سمجھ کر انجام بھی دیا ہے لیکن اس کی داد نہ دینا بڑی ناانصافی ہوگی۔

خدا آپکی محنتوں کو قبول فرمائے اور علمی کاموں میں آپ کو جد و جہد کا خوگر نیز علم و عمل کا پیکر بنائے آمین۔

آخر میں میں اپنے اساتذۂ جامعہ دوستوں اور احباب اور دوسرے تمام معاونین کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اس اجلاس کے لئے اپنی بیکراں محنتیں صرف کیں بلکہ دل و جان سے لگ کر اس کے ہر ہر مرحلے کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا خصوصًا صدر انجمن برادرم مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب اور سکریٹری انجمن جناب مولانا محمد عمران فلاحی صاحب کہ انہوں نے قدم قدم پر ہماری رہنمائی فرمائی۔

فی الواقع یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس پورے انتظام میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ انکے خلوص کا ثمرہ ہیں اور خامیاں میری کوتاہی کم علمی اور بدانتظامی کا نتیجہ ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے آمین۔

آخر میں ایک بار پھر میں تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے عرض کرتا ہوں کہ حالات کتنے بھی سخت ہوں معاشرے میں کتنا ہی بگاڑ ہوں لیکن اگر ہمارا نوجوان بیدار ہے تو مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے،

یقیں محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

رحمت اللہ الاثری فلاحی
(صدر انجمن طلبۂ قدیم)

خطبۂ صدارت

بعد الحمد والصلوٰۃ۔ محترم مولانا محمد سراج الحسن صاحب مدظلہ امیر جماعت اسلامی ہند محترم ناظم جامعہ مولانا جلال الدین عمری صاحب محترم اساتذہ کرام، مہمانانِ گرامی عزیز طلبہ وطالبات اور معزز حاضرین وسامعین،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

سب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسان وکرم کا اعتراف کرتا اور اسکی نعمتوں پر شکر بجا لاتا ہوں کہ اس نے عرصہ چار سال کے بعد پھر آپس میں مل بیٹھنے حال دل کہنے اور اپنا احتساب کرنے کی توفیق عطا فرمائی پھر اس خوشی کا اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اپنے کو اپنے برادران اساتذہ طلبہ اور سرپرستوں کے درمیان پاکر محسوس کرتا ہوں، ساتھ ہی اپنے اور جامعہ کے بعض مخلصین گرامی قدر اور فلاحی برادران کو اپنے درمیان نہ پاکر جو غم واندوہ ہے اس کو چھپانا ممکن نہیں اور اسے بھلا دینا بھی کوئی آسان نہیں، خصوصاً ہماری جامعہ کے تاسیسی اور بنیادی ممبران میں سے جنہوں نے اپنی پوری زندگی جامعہ کی خدمت کیلئے وقف کردی اور عسرت وتنگی کے زمانہ میں بھی اس کی ہر طرح خدمت کرتے رہے، انہیں مولوی محمد ابراہیم صاحب اور مولانا امتیاز اصلاحی صاحب کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ برادران عزیز میں جوان ساتھی فلاحی صراط اللہ کی موت بھی ایک المناک حادثہ ہے اور وہ تمام مخلصین اور برادران جواب ہم میں نہیں رہے ان سبھوں کیلئے ہم مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کرتے اور ان کی طرف سے جامعہ کی تعمیر وترقی کی مخلصانہ کوششوں میں برکت اور ان کو شرف قبولیت بخشنے کی اللہ عزوجل سے درخواست کرتے ہیں۔

معزز حاضرین! آگے بڑھنے سے پہلے اختصار کے ساتھ میں جامعہ کے مقاصد کا ذکر کرتا ہوں تاکہ انجمن کے قیام کا مقصد واضح ہو جائے۔ دستور جامعہ میں اہداف جامعہ کے تحت مرقوم ہے (۱) ایسے افراد تیار کرنا (الف) جو قرآن وسنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں (ب) جنکی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں (ج) جو اسلامی اخلاق وکردار کے حامل ہوں (د) جن میں احیائے دین واعلائے کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ ہو۔ (ھ) جو گروہی جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعت قلب ونظر کے ساتھ معاشرہ کی اصلاح اور تعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں (۲) ایسا نصاب تعلیم زیر عمل لانا جس میں دینی ودنیوی تعلیم کا بہترین امتزاج ہو۔

معزز حاضرین! جامعہ کے مقاصد کا حصول ہی ہماری انجمن کے قیام کا مقصد ہے اسی سے مربوط اور اس کے اندر محدود ہے، اور تحدیث نعمت کے طور پر ہم اس کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمیں جامعہ اور اہل جامعہ کا مکمل اعتماد حاصل ہے اور ہم نے برابر اس اعتماد کو مضبوط اور مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں ہم نے بہت حد تک کامیابی حاصل کی ہے چنانچہ جامعہ نے ہر ہر میدان میں ہم سے تعاون لیا ہے ہمیں خدمت کا موقع دیا ہے اور ہم نے ان کے اس حسن ظن اور اعتماد کو بحال رکھا ہے۔

حضرات! آگے بڑھنے سے پہلے ہمیں اس ماحول کا جائزہ لینا چاہئے جس کے درمیان جامعہ وانجمن مذکورہ مقاصد کے حصول میں کوشاں ہے جب ہم اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک طرف اندرون ملک یہ کہنے والے ملتے ہیں کہ "ہندوستان کے تمام غیر ہندوؤں کو نہ صرف ہندو کلچر اور تہذیب کو اپنانا چاہیئے بلکہ ہندو دھرم کے تئیں عقیدت واحترام کا جذبہ بھی رکھنا چاہیئے اور اس ملک کے تمام باشندوں کو خواہ وہ کسی بھی مذہب، فرقہ یا علاقہ سے تعلق

رکھتے ہوں اسے ہند و نسل اور ہند و تہذیب کو اپنانا چاہیئے"۔

تو دوسری طرف مسلم ممالک اور مسلمانانِ عالم کی سوچ میں بھی واضح اور امید افزا تبدیلی کے آثار دیکھے جا سکتے ہیں قلعہ اشتراکیت کی شکست و ریخت کے بعد امریکہ نے جو نئے عالمی نظام کا نعرہ دیا تھا اس کا کھوکھلا پن بھی بہت جلد سامنے آتا جا رہا ہے بوسنیا ہرزیگوینا میں ایک طویل خونریز کشمکش کے بعد اسلام پسندوں کی فتح امریکہ اور مغرب کی انتہائی کوششوں کے باوجود ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے، ترکی، ایران اور بوسنیا میں امریکہ کی ساری ظاہری پابندیوں اور باطنی سازشوں کے باوجود بے بسی اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ غور کیجئے بوسنیا میں کیا کچھ نہیں ہوا مادی معنوی جسمانی روحانی اخلاقی لحاظ سے ان کو زیر کرنے کی کیا کوشش ہو سکتی تھی جو نہیں ہوئی لیکن انجام کیا ہوا؟ جیسے ہی اظہار رائے کی تھوڑی سے آزادی ملی اسلام پسند ابھر کر سامنے آگئے۔ اور فرزانوں کا قافلہ پھر ایک بار پوری ہمت اور بلند حوصلوں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو گیا۔

ذرا پیچھے مڑ کر دیکھئے ترکی کا تصور کیجئے مصطفےٰ کمال نے کیا کیا "۱۰ اپریل ۱۹۲۴ء کو جمہوریت کے آئین سے وہ دفعہ خارج کر دی جس کی رو سے ترکی کا مذہب اسلام قرار دیا گیا تھا۔ اور محاکم شرعیہ (شرعی عدالتوں) کا بندوبست ہوک مجلس سے علیحدہ کر دیا۔ پھر انہوں نے مدارس اور نصاب تعلیم کی اصلاح کی کوشش شروع کی تاکہ انہیں مغربی اصولوں پر تشکیل دیا جائے۔ پرانی وضع کے مدارس کو ختم کر دیا گیا غیر مسلم مدارس میں بھی مذہبی تعلیم کی ممانعت ہو گئی۔ ایک نیا قانون مدنیت نافذ کیا گیا جس کی رو سے عورتوں کا پردہ اٹھا دیا گیا اور انہیں مردوں کے مساوی حقوق دیئے گئے اور میونسپل بورڈ کے رکن منتخب ہونے کا حق عطا کیا گیا۔ مصطفےٰ کمال نے سب لوگوں کو یورپی لباس پہننے اور برہنہ سر رہنے یا طربوش استعمال کرنے کا حکم دیا"۔

یہ سب کچھ ہوا مگر یہ ظاہری تبدیلی تھی، دل بدلنا انسان کے بس کی بات نہیں، دل میں جو ایمان کی چنگاری تھی سلگتی رہی، دینی اعمال سے لوگوں کے تعلقات خفیہ طور پر باقی رہے۔ گھریلو دینی درس و وعظ کے سلسلے چلتے رہے مخفی طور پر علم و عمل کی تحریک کارفرما رہی اور نتیجہ اس کا صاف ظاہر ہے جو ہمیں بھی درس غور و فکر و تامل دیتا ہے۔

آج پھر ترکی میں ایمان و یقین کی ہوائیں چلنے لگی ہیں اور لوگ جس سرعت کے ساتھ اور والہانہ انداز میں اسلامی تہذیب و ثقافت کی طرف لپک رہے ہیں، یہ روح پرور منظر ذرا غور کیجئے ان حالات پر بظاہر ایک طویل عرصہ گذر جانے کے بعد ترکی میں جمہوریت کے نام پر آزادی آئی، انتخاب ہوا اور انصاف پسندوں کے غلبہ سے اسلام دشمن عناصر بوکھلا گئے اور انہیں اقتدار سے دور رکھنے کی ہر تدبیر کر ڈالی، لیکن یہ زیادتی تا کجے پروفیسر نجم الدین اربکان وزیر اعظم بنے اور پوری مومنانہ بصیرت اور جرأت و پامردی کا مظاہرہ کیا کہ مغرب اندیشناک ہے اور اس کی کوششیں رائیگاں کہ وہ ترکی کو مغرب سے کٹ کر مشرق سے مربوط و منتسب ہونے کا تماشہ نہایت بے بسی سے دیکھ رہا ہے۔

عالم اسلام نے بھی اب ایک جرأت مندانہ کروٹ لی ہے اور امریکہ کی زور زبردستی کی پالیسی اور خود ساختہ عالمی نظام کے دعویداری کے خلاف احتجاج کیا ہے اور عراق کے خلاف کارروائی کی مذمت بیک زبان اور کھل کر کی ہے یہ تبدیلی اور حالات کا صحیح اور حکیمانہ تجزیہ اور اس کے نتیجہ میں ایک صحیح فیصلہ عالم اسلام کا ایک حوصلہ افزا فیصلہ ہے۔

حضرات! میں بطور خاص مدارس و جامعات کے ذمہ داروں اور ارباب حل و عقد سے مخاطب ہوں کہ وہ سوچیں کہ کیا یہ مثبت تبدیلی یوں ہی آگئی ہے یا اس کے پیچھے زبردست محکم اور سچا عقیدہ، علم راسخ جذبہ ایمانی اور

اور مسلسل تحریک کی کارفرمائی ہے۔

ہماری انجمن کا ایک خاص مقصد مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے دیگر تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور ان کا تعاون حاصل کرنا بھی ہے اس کے لئے ہم نے برابر آپ تمام حضرات کو دعوت بھی دی ہے اور آپ کی دعوت پر لبیک بھی کہا ہے۔ گذشتہ تین اجلاس سے بطور خاص سمینار کا اہتمام بھی اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے مدارس ایک دوسرے سے قریب آئیں مشترکہ مقاصد کے حصول کیلئے مل کر سعی وجہد کریں۔ اور اپنے مشترکہ مسائل کو باہمی افہام وتفہیم اور تقریب وتقرب کی فضا میں حل کرنے کی کوشش کریں اس لئے پہلے سمینار کا عنوان "دینی مدارس اور ان کے مسائل" دوسرے سمینار کا عنوان "ملک وملت کی تعمیر اور دینی مدارس" اور حالیہ سمینار کا عنوان "علوم اسلامیہ اور عصر حاضر" رکھا گیا ہے۔

محترم سامعین! جامعۃ الفلاح ایک تحریکی اور دینی مرکز تعلیم وتربیت ہے۔ اس کے مقاصد کا ابھی اوپر ذکر کر چکا ہوں، اس کی خصوصیات کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پورے نظام تعلیم وتربیت کو قرآن وسنت کی اساس پر استوار کرنا اور بقیہ علوم اسی کی روشنی میں یا اس کے معاون ومددگار کے طور پر پڑھانا۔

۲۔ دینی وعصری تعلیم کی تفریق اور دوئی کو ختم کرکے ایک اکائی میں تبدیل کرکے ہر مضمون کو اس کے مرتبے کے لحاظ سے مقام دینا۔

۳۔ ایسی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا کہ طلبہ وطالبات میں وسعت قلب ونظر پیدا ہو۔ اور ہر طرح کے اختلافات سے بالاتر ہوکر وہ اعلاء کلمۃ اللہ کا فریضہ انجام دے سکیں۔

۴۔ اصول وکلیات کے تعلیم پر زیادہ توجہ اور فروعات سے حتی المقدور بچنے کی کوشش اسی طرح مشق وتمرین اور مطالعہ پر زیادہ زور اور حاضر آلی طریقے

کے بجائے استخراجی طریقے کو اپنانا کہ کم از کم وقت میں طلبہ کو ضروری باتوں سے آگاہ کیا جا سکے"۔

محترم منتظمین مدارس وجامعات! ضرورت ہے کہ ہم اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیں اور ہر طرح کے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ اپنی نوخیز نسل کی تربیت اصول وکلیات پر کریں جو ہمارے امت وسطا اور خیرامت ہونے کا تقاضا ہے۔ اہل وطن کے تئیں ہمارے اوپر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کا ادراک کریں، اس سلسلہ ہم اپنی مجرمانہ غفلتوں سے باز آئیں، اور نہ بھولیں کہ روز قیامت جب وہ ہمارا دامن پکڑیں گے اور کہیں گے کہ اسلام جیسی نعمت سے انہوں نے تو ہمیں باخبر نہیں کیا تو اس وقت ہمارا کیا جواب ہوگا اور پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں عزت وسربلندی اسے اس قوم کو نوازتا ہے جو یقین محکم سے آراستہ ہو اور علم وہنر کے میدان میں آگے ہو جو قوم علم وہنر کے میدان میں پیچھے ہو اس کو عزت واقتدار ملنا سنت اللہ کے منافی ہے۔ آپ قرآن کے اس تاریخی بیان کا گہرائی سے جائزہ لیجئے اور سوچئے کہ ہم کس مقام پر ہیں؟ "وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (سورۃ البقرۃ۔ ۲۴۷) ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر وہ بولے: "ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حق دار ہوگیا؟ اس کے مقابلے میں بادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے۔" نبی نے جواب دیا: "اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اسکو دماغی وجسمانی دونوں کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں اور اسکو اختیار ہے کہ اپنا ملک جسے چاہے

دے، اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔"

ہم جب غلبہ دین، اعلاء کلمۃ اللہ اور حکومت الٰہیہ کے قیام کی بات کرتے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت بھی یاد رکھنی ہوگی اور اسی کے مطابق اپنے نوجوان طلبہ وطالبات کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ کرنی ہوگی۔ تعلیمی ادارے خواہ قدیم طرز کے ہوں یا عصری ہر ایک اپنے تعلیمی اور تربیتی معیار کی پستی اور زوال وانحطاط کے معترف ہیں اور یہ بات ہر دردمند اور حساس دل رکھنے والے ہی پر عیاں نہیں ہے بلکہ ادنیٰ سوجھ بوجھ رکھنے والے بھی اس کے شاکی نظر آتے ہیں اس لئے اس کی تفصیل میں جاتا تحصیل حاصل ہے۔ لیکن یہاں پر ایک عدالت عظمیٰ نے پچھلے دنوں اس سلسلہ میں جو فیصلہ دیا ہے اس کا ذکر افادیت سے خالی نہیں" اور ہمارے لئے اس میں درس وعبرت کا سامان ہے، اسکی روشنی میں ہم بھی اپنی درسگاہوں کا جائزہ لیں۔

"عدالت نے ایک عبوری حکم کے تحت پورے ملک میں طلبہ وطالبات کے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے پر پابندی عائد کردی ہے اور ہدایت کردی ہے کہ ہر تعلیمی ادارہ داخلے کے وقت طلبہ وطالبات اور والدین یا سرپرستوں سے یہ بیان حلفی حاصل کرے کہ طلبہ وطالبات سیاسی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لیں گے ورنہ انہیں تعلیمی اداروں میں داخلہ نہیں ملے گا اور اگر داخل ہونے کے بعد انہوں نے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیا تو انہیں تعلیمی ادارے سے خارج کردیا جائے گا فاضل عدالت نے تمام تعلیمی اداروں کیلئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ تمام موجودہ طلبہ وطالبات سے بھی اس قسم کا بیان حلفی حاصل کریں اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں انکے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ عدالت نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ سیاسی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے بارے میں تعلیمی ادارے کا سربراہ اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ جو رپورٹ پیش کرے گا وہ حتمی ہوگی اور اسے صرف سپریم کورٹ ہی میں چیلنج کیا جاسکے گا۔

محترم اساتذہ وذمہ داران مدارس، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم تعلیمی ادارے کے ماحول کو تعلیمی بنانے کیلئے ہمہ جہتی مہم چلائیں اور اس کو سازگار بنانے کیلئے نصاب تعلیم، طریقہ تعلیم اور نظام تربیت پر حالات اور ضروریات کے تقاضوں کے مطابق نظرثانی کرتے رہیں۔

محترم اساتذہ جامعۃ الفلاح! میں صرف ایک سوال کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیا اسباب ووسائل واعمال تھے کہ جامعہ نے اتنے قلیل عرصہ میں ترقی وشہرت کی ان منزلوں کو چھولیا اور ہمارے فارغین نے ہر جگہ پہونچ کر اپنا بلند مقام پیدا کیا اور ہر ہر میدان میں نمایاں کردار ادا کیا، اب پھر سوچیئے کہ اس طرح کے افراد کیسے پیدا ہوسکتے ہیں۔

برادران فارغین جامعہ! آپ نے اپنی عمر عزیز کا قیمتی حصہ جامعہ میں گذارا ہے اسکی تعلیم اور تربیت سے فیضیاب ہوئے ہیں اپنا جائزہ لیجئے کہ جامعہ نے اپنی آغوش صحبت میں آپ کو جس غرض سے پالا ہے آپ اس کی توقعات پر کس حد تک پورے اتر رہے ہیں اس کے لئے آپکو کیا کچھ کرنا چاہیئے اور کیا کر رہے ہیں؟

عزیز طلبہ جیسا کہ ابھی اوپر عرض کرچکا ہوں کہ اس وقت مدارس ومکاتب کا تعلیمی وتربیتی معیار کس قدر پست ہوچکا ہے اور فضا کتنی مسموم ہے ہر طرف سے ترغیبات کا ایک سیلاب ہے جو امڈا چلا آرہا ہے اور جوانوں کو اپنی لہروں کے لپیٹ میں لئے جارہا ہے۔ آپ اپنا مقام پہچانیں یکسوئی سے حصول علم میں مشغول رہیں اور اپنے مستقبل کو سنوارنے میں ہر طرف سے کٹ کر لگ جائیں آپ جب علم کو اپنا پورا وجود حوالہ کردیں گے تو وہ آپ کو تھوڑا سا حصہ دیگا ورنہ آپ کے حصہ میں کچھ نہیں آئیگا اور ہاں سند تو مل جائے گی لیکن اس کا حصول کوئی معنی نہیں رکھتا، جب تک آپ کسی فن میں مہارت اور کمال نہ حاصل کرسکیں دنیا آپ کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہوگی۔ کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی، جب آپ یکسو ہوں گے اسی کے لئے وقف ہوجائیں گے

بقیہ صفحہ ۴۶ پر

محمد عمران فلاحی

روداد

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ (یوپی)

از یکم نومبر ۱۹۹۲ء تا ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم محمد الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

معزز صدر مجلس، مہمانان گرامی، حاضرین مجلس، مشفق اساتذہ کرام طلبۂ قدیم، اور عزیز طلبہ، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس بات کا موقع عنایت فرمایا کہ ہم اپنی مادر علمی کی آغوش میں مل بیٹھیں اور جامعہ کی تعمیر و ترقی کے خاکوں میں رنگ بھرنے کا عہد کرکے اٹھیں۔

میں اس وقت آپ کی خدمت میں اس لئے کھڑا ہوا ہوں کہ انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح کی گذشتہ چار سالوں کی روداد پیش کروں۔

اس روداد کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ جن عظیم مقاصد کے تحت ہم نے ۱۴ نومبر ۱۹۹۲ء کو اپنی انجمن کی داغ بیل ڈالی تھی آج ہم یہ جائزہ لیں کہ ان کے حصول میں ہم کہاں تک کامیاب ہوسکے ہیں۔ اور کیا کچھ کرتے ہیں اور کیا کچھ کرتے رہنا ہے اس سلسلے میں آپ کی مخلصانہ تنقید یا خیر خواہانہ تجاویز و مشورے اور دل سے نکلی ہوئی دعائیں ہمارے لئے بہترین سرمایہ ثابت ہونگی اس اجلاس میں ارکان انجمن کے علاوہ دوسرے بہت سے احباب اور بزرگ حضرات بھی شریک ہیں اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ روداد انجمن سے پہلے ان مقاصد کا مختصراً تذکرہ کردوں جن کے لئے انجمن کا قیام عمل میں آیا ہے۔

حضرات! انجمن کے قیام کا اولین مقصد، فارغین جامعہ کو مقاصد جامعہ کے لئے منظم کرنا۔

(۲) ان کی صلاحیتوں کو ان مقاصد کیلئے زیادہ سے زیادہ مفید اور موثر بنانے کی تدابیر اختیار کرنا۔

(۳) جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا۔

(۴) مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے دیگر دینی و تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

ان بلند مقاصد کے حصول کیلئے ہم گزشتہ چار سالوں میں کیا کچھ کرسکے ہیں اس کی مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے۔

انجمن نے اپنے مقاصد کے حصول کیلئے جہاں خط و کتابت اور ٹیلیفون کا سہارا لیا وہیں اپنے آرگن مجلہ "حیات نو" سے بھرپور فائدہ اٹھایا ان گزشتہ چار سالوں میں تمام مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے نہ صرف برابر شائع ہوتا رہا بلکہ اصولی صحافت سے روشناس کرانے، اسلام اور تحریک اسلامی سے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے، کارکنان انجمن میں باہمی ربط پیدا کرنے فارغین جامعہ کی صلاحیتوں میں نکھار لانے کا کام کرتا رہا ہے اس کے ایک کالم (جامعہ کے لیل و نہار) کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ پرچہ پہونچتے ہی فلاحی برادران زیر تعلیم طلبہ و طالبات کے سرپرست حضرات، ہمدردان جامعہ، نیز دیگر متعلقین جامعہ اس کالم کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ ماہ بماہ جامعہ کا ارتقاء یہاں کے حالات و واقعات اور آنے والی قابل ذکر شخصیات اور ان کے خطابات سے آگاہی حاصل کرسکیں۔

اس آرگن سے متعلق دو باتیں قابل توجہ ہیں جن کا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

(۱) اب اس کے لئے مستقل اخراجات کیلئے مالیات کی فراہمی کی ذمہ داری کسی حد تک ایک یونٹ نے اپنے ذمے جنوری ۱۹۹۶ء سے لے لی ہے مگر مکمل طور پر اس کا نظم

نہیں ہوسکا ہے۔

(۲) تعلیمی میدان میں رہنے والے فلاحی برادران سے قلمی تعاون کی درخواست ہے تاکہ یہ رسالہ مزید معیاری اور مفید ہو سکے امید ہے اس طرف خصوصی توجہ دیجائیگی۔

(الف) دوسرے مقصد کے تئیں انجمن نے مالی اعتبار سے کمزور فارغین جامعہ کو اعلیٰ تعلیم کی سہولت فراہم کرنے کیلئے تعلیمی قرض کے نام پر تعاون فراہم کیا تاکہ یہ فارغین اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بھی پوری طرح بہرہ ور ہوسکیں اور دین وملت کی خدمت بہتر انداز سے کر سکیں نیز ملک کے سیاسی، معاشی، اخلاقی وتمدنی اور دوسرے مسائل کو قرآن وسنت کی روشنی میں سلجھا سکیں۔

(ب) فارغین جامعہ کو ہنگامی ضروریات کے وقت حسب گنجائش مختلف صورتوں میں تعاون دیا گیا اسی طرح جامعہ کا مختلف یونیورسٹیوں سے الحاق کرانے کی بھی کوشش کی گئی تاکہ یہ فارغین، ملک ہی میں نہیں بلکہ بیرون ملک بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کرسکیں جس میں ملیشیا کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی قابل ذکر ہے۔

تیسرا بنیادی مقصد جس کیلئے انجمن کا قیام عمل میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ جامعہ کی تعمیر وترقی میں جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا۔

خدا کا شکر ہے انجمن نے اس سلسلے میں اطمینان بخش کام کیا ہے جسکی جھلک دیکھنے کیلئے درج ذیل تفصیل کافی ہوگی۔

(الف) زیر تعلیم طلبہ وطالبات کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے انہیں مفید نافع تعلیم میں دلچسپی پیدا کرنے اور ان کے اندر ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا رجحان اور مسابقت کا جذبہ پیدا کرنے کیلئے انجمن نے سالانہ انعامات کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس کے تحت درجہ اول ابتدائی تا فضیلت کے تمام ہی درجات میں پہلی دوسری اور تیسری پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو بشکل کتب انعامات دیئے جاتے ہیں گزشتہ تین سالوں کے انعامات تقریباً آٹھ

ہزار روپئے کے اسی موقع پر بشکل کتب تقسیم کئے جائیں گے۔

(ب) جامعہ نے مختصر مدت میں جو ملک گیر شہرت حاصل کی ہے اس کا بین ثبوت طلبہ وطالبات کی کثرت ہے طلبہ تو پیدل سائیکل موٹر سائیکل نیز دیگر سواریوں سے آجاتے ہیں مگر طالبات کیلئے بڑی پریشانیاں تھیں انہیں پریشانیوں کے پیش نظر اس سے قبل تین بسوں کا انتظام ہوچکا تھا مگر یہ بھی ناکافی تھیں انجمن نے مزید بسوں کیلئے کوشش کی خدا کا شکر ہے اس کوشش کے نتیجے میں انجمن کے ایک رکن یعنی (غازی صاحب) نے نہ صرف ان کے نظم کا وعدہ کیا بلکہ خود دو بسوں کی خریداری کیلئے مکمل رقم پہونچادی۔ ذمہ داران جامعہ کے مشوروں سے یہ دونوں بسیں خرید لی گئیں اور اب جامعہ میں بسوں کی تعداد پانچ ہوگئی ہے۔

طلبہ کے اندر بہترین سیرت وکردار کی تعمیر میں جہاں اور بہت سارے عناصر کا عمل دخل ہے وہیں ایک بہت ضروری عنصر غیر درسی کتابوں کا مطالعہ ہے اس مقصد کے حصول کیلئے جمعیۃ الطلبہ اور جمعیۃ الطالبات کی الگ الگ لائبریریاں قائم ہیں جنکی کتابوں سے طلبہ وطالبات استفادہ کرتے ہیں ان لائبریریوں کیلئے انجمن نے میقات رواں میں نہ صرف مختلف علوم وفنون پر اچھی خاصی کتابیں فراہم کیں بلکہ دوسری ضروریات کیلئے اچھا خاصا مالی تعاون بھی دیا۔

قرب وجوار کی بستیوں سے ربط پیدا کرنے، اور دعوت وتبلیغ کا کام انجام دینے، نیز جامعہ کی مختلف ضروریات کے لئے ایک جیپ کی سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ انجمن نے اس کو عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کیا اور ایک نئی جیپ خرید کر یہ کمی پوری کردی اور جامعہ کی سہولت کی خاطر اس کا نظم وانصرام بھی اپنے ہاتھ ہی میں رکھا۔ اسی طرح ٹیلیفون کو بھی لوکل رکھنے کے بجائے S.T.D. رکھا تاکہ ضرورت کے وقت جامعہ اسے استعمال کرسکے اور

وقت پر اپنی ضرورت پوری کر سکے۔

تعلیم کیلئے جہاں دوسری سہولتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے وہیں موسم کا سازگار ہونا بھی ضروری ہوتا ہے گرمی کی شدت تعلیم و تعلم کو متاثر کرتی ہے اس شدت کو کم کرنے کیلئے انجمن نے درس گاہوں نیز دوسرے اہم مقامات پر پنکھے لگوانے کیلئے جامعہ کو ایک خطیر رقم حوالے کی خدا کا شکر ہے اس سے طلبہ و اساتذہ اور کارکنان جامعہ مستفید ہو رہے ہیں

جہاں بہت سارے افراد رہتے ہیں وہاں کچھ چیزیں بہت ضروری ہو جاتی ہیں جن میں صحت و تندرستی کو بہت اہمیت حاصل ہے اس سلسلے میں انجمن نے خصوصی توجہ دی اور علاج کیلئے کچھ رقم مختص کی ہے جس سے ضرورت مند حضرات استفادہ کرتے ہیں خواہ وہ طلبہ میں سے ہوں یا کارکنان جامعہ میں سے۔

فارغین جامعہ کو مقاصد جامعہ کیلئے منظم کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی اور مزید یونٹوں کا قیام عمل میں آیا چنانچہ اس وقت ملک بیرون ملک میں دس یونٹیں قائم ہیں۔

انجمن ہر سال فارغ ہونے والے طلبہ کو استقبالیہ دیتی ہے اور انکے سامنے انجمن کے اغراض و مقاصد رکھتی ہے نیز ترغیب دلاتی ہے کہ وہ باقاعدہ انجمن کے ممبر بنیں اس طرح انجمن عددی قوت فراہم کر کے جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کا بھرپور تعاون کرتی ہے۔

انجمن طلبہ قدیم جس طرح اپنی مادر علمی کی بے لوث خدمت انجام دے رہی ہے اور ہر موقع پر ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کر رہی ہے اسی طرح فارغات کیلئے بھی یہ موقع فراہم کرنے کی کوشش کی ہے خدا کا شکر ہے یہ کوشش کامیاب ہوئی اور اس کا بین ثبوت اس موقع پر انجمن طالبات کا باقاعدہ

قیام اور ان کا اپنے ذمہ داروں کا انتخاب ہے اور امید کی جاتی ہے کہ فارغین کی طرح فارغات بھی جامعہ کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیں گی۔

جہاں بہت سارے طلبہ و طالبات کا ہجوم ہو وہاں کچھ ایسے نادار طلبہ و طالبات بھی ہوتے ہیں جو اپنی بنیادی ضرورتوں کیلئے بھی مدد کے ضرورتمند ہوتے ہیں اس طرح کے طلبہ و طالبات کیلئے نیز ناگہانی ضرورتوں کے پیش نظر ہماری ایک یونٹ نے مستقل طور پر ایک رقم مختص کر دی ہے اور جنوری ۱۹۹۵ء سے اس پر عمل بھی شروع کر دیا ہے جس سے ایک ایسے فنڈ کی بنیاد پڑ گئی جو آگے چل کر طلبہ جامعہ کیلئے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے اس سلسلے میں بھی سابقہ یونٹ کی ہمت اور فراخ دلی قابل داد ہے۔

چوتھا بنیادی مقصد جس کے لئے انجمن کا قیام عمل میں آیا ہے یہ ہے کہ مقاصد جامعہ کے حصول کیلئے دیگر دینی تعلیمی اداروں سے ربط رکھا جائے اور ان کا تعاون حاصل کیا جائے اس عظیم مقصد کے ضمن میں درج ذیل کوششیں کی گئیں۔

(الف) گزشتہ اکتوبر ۱۹۹۲ء کے کنونشن کے موقع پر "ملک و ملت کی تعمیر اور دینی مدارس" کے عنوان سے جو سمینار ہوا تھا اس کے مقالات کتابی شکل میں شائع ہونے کے بعد مقالہ نگاروں کے ساتھ ساتھ مختلف دینی و تعلیمی اداروں کو اعزازی طور پر کتاب کا ایک ایک نسخہ بغرض استفادہ ارسال کیا گیا۔

(ب) دو سو سے زائد مدارس اور انجمنوں کو حیات نو اعزازی بھیجا جا رہا ہے تاکہ ان کے ساتھ تعاون و توافق کی راہیں پیدا کی جائیں اور ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(ج) حالیہ کنونشن کے موقع پر بھی "علوم اسلامیہ اور عصر حاضر" کے عنوان سے ایک سمینار منعقد کیا جا رہا ہے جس میں مختلف مشہور اداروں کی نمائندگی ہو رہی

ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو بھی سابقہ سیناروں کی طرح کامیاب بنائے۔

(د) انجمن نے اس مقصد کے تحت اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک سے بھی خط وکتابت کی اور مختلف تحریکوں وانجمنوں سے ربط پیدا کیا اور اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے جس کا ایک ثبوت (WAMY) کا انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کو اپنا ممبر بنانا اور اس کی تحریری شکل میں سند دیدینا ہے امید ہے یہ ربط جامعہ کی تعمیر وترقی کیلئے بہت مفید ثابت ہوگا۔

یہ ہے ہماری انجمن اور اس کے اب تک کے ۹۷۷ فارغین کی کارکردگی کی رپورٹ جس کے پیش کرنے کا مقصد حاشا وکلا یہ جتانا نہیں کہ ہم نے مادر علمی پر کوئی احسان کیا ہے جس کا ہم کوئی معاوضہ چاہتے ہیں ہم تو اس عظیم دانش کدہ کے عظیم احسانات سے زیر بار ہیں جس نے قال اللہ وقال الرسول کا صرف وظیفہ ہی نہیں دیا چند محدود عقائد وعبادات کی تعلیم ہی نہیں دی بلکہ اس نے ہمیں اسلام کی خدمت اور خدا کی رضا جوئی کی تڑپ بخشی اقامت دین کا جذبہ عطا کیا باطل طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ دیا قرآن وسنت کی روشنی بخشی اور اسلام کو لیکر پوری دنیا میں چھا جانے کا ولولہ عطا کیا۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے جامعۃ الفلاح کو اپنا سمجھا اس کی ترقی وکامرانی کو اپنی زندگی کا جزء بنا لیا اور ہر نازک موڑ پر جامعہ کی مدد کی جسکی بنیاد پر ذمہ داران جامعہ نے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے انجمن ہاؤس کیلئے ایک زمین مختص کردی جس پر اس موقع کی مناسبت سے انجمن ہاؤس کا سنگ بنیاد رکھنے کا پروگرام ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری ان کوششوں کو قبول فرمائے اور خاص کے ساتھ جامعہ کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے اور مادر علمی کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

کلیدی خطاب عام
بتاریخ ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۶ء
بعد نماز عشاء

اصلاح معاشرہ

مولانا جلال الدین عمری
نائب امیر جماعت اسلامی ہند
وناظم جامعۃ الفلاح

لن یصلح آخر ہذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولہا

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا۔ من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ۔ وبعد

محترم صدر جلسہ، مہمانان گرامی، عزت مآب اساتذہ کرام معزز حاضرین طلبہ وطالبات!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہمارا تعلق جس امت سے ہے وہ ایک عظیم امت ہے دنیا کی آبادی کے پانچویں حصہ پر وہ مشتمل ہے اور دنیا کے ایک وسیع علاقہ میں وہ پھیلی ہوئی ہے اس کی ایک شاندار تاریخ ہے ایسی تاریخ جس پر بجا طور پر فخر کیا جاسکتا ہے اور اس نے صدیوں تک دنیا کی خدمت کی ہے، اسے صلاح اور فلاح کا راستہ دکھایا ہے۔ ہدایت وروشنی دی ہے۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس میں اس نے رہنمائی نہ کی ہو۔ اس کا یہ طویل سفر بڑا شاندار رہا ہے۔ اس نے یہ سفر کیسے کیا اور کہاں سے اس کا آغاز ہوا، اور پھر وہ آج کس حال میں ہے اس کا مطالعہ دلچسپ بھی ہے اور عبرتناک بھی۔

اس امت کا آغاز ہم سب جانتے ہیں اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فیصلہ کے تحت سرزمین عرب میں اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کو پیدا! فرمایا۔ عرب کی وہ زمین جس پر ضلالت وگمراہی کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ دنیا یوں تو گمراہی میں تھی اور بہت بڑی گمراہی میں تھی لیکن عرب اس معاملہ میں ان سے کئی قدم آگے تھے جہالت تھی۔ علم وفن میں ان کا کوئی مقام نہیں تھا۔ سیاسی حیثیت سے انہیں کوئی اہمیت نہیں دی جا رہی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کے کسی گوشہ میں وہ پڑے ہوئے ہیں اور کسی کو ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ایسی آبادی میں، ایسے ملک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید نازل ہوئی۔

مکہ کی بستی میں جہاں قرآن کا نزول ہوا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پیش فرمایا اور کہا کہ دیکھو یہ اللہ کی کتاب ہے اس سے تم اپنی زندگی میں رہنمائی حاصل کر سکتے ہو۔ یہ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے گی اور تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگے۔ خدا کو ماننا اور اس بات کو تسلیم کرنا کہ وہ ہماری ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے اور یہ ہدایت آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آئی ہے۔ تمہارے لئے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بات ہے، ایک کلمہ ہے جو میں تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں وہ کلمہ ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" یعنی اس بات کا اقرار کہ اس کائنات کا ایک ہی مالک ہے ایک ہی خالق ہے ایک ہی معبود اور مسجود ہے ایک ہی فرماں روائے مطلق ہے اور ایک ہی کا حکم اس دنیا میں چل رہا ہے اور چلنا چاہیئے اور اس نے انسان کی ہدایت ہمیشہ کی ہے اور اب محمد ﷺ کو ہدایت دیکر بھیجا ہے۔ آپؐ اس کے رسول اور فرستادہ ہیں اور اللہ کی ہدایت انسانوں تک پہونچا رہے ہیں۔ اس حقیقت کو اگر تم تسلیم کر لوگے تو عرب سرنگوں ہو جائے گا اور عجم تمہارے باجگزار ہونگے اور دنیا پر تمہارا اقتدار قائم ہوگا۔ اس دعوت کے ساتھ کہ دنیا میں آج تمہاری کوئی حیثیت

نہیں ہے تم میں سے کوئی اپنے قبیلہ کا سردار ہو سکتا ہے کوئی قبیلہ بڑا ہو سکتا ہے لیکن دنیا میں تمہارا کوئی مقام نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کلمہ کو تسلیم کر لوگے تو دنیا کی فرماں روائی تمہیں حاصل ہوگی اور تم کامیاب وکامراں بن کر رہوگے

یہ وہ تصور تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا اور پھر اس آبادی سے جو تاریکیوں کے اندر ڈوبی ہوئی تھی، جسے کہیں سے روشنی نہیں مل رہی تھی اور وہ کوئی سیدھا راستہ دیکھ نہیں پا رہی تھی وہاں شمع ہدایت روشن فرمائی اور ایک ایک انسان کو اس میں سے نکالنا شروع کیا اور پھر اسے اس ہدایت کے ذریعہ آراستہ فرمایا جو ہدایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو رہی تھی ویسا بنانا شروع کیا جیسا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

ایک ایک فرد اس ظلمت زدہ ماحول سے آ رہا تھا اور اس سانچہ میں ڈھل رہا تھا جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا اور اس طرح ڈھل رہا تھا کہ جیسے یہ سانچہ اسی کے لئے بنا ہو۔ اس میں ذرہ برابر کوئی فرق محسوس نہیں ہو رہا تھا آنے والے غریب بھی تھے امیر بھی تھے، جوان بھی تھے، بوڑھے بھی تھے عورتیں بھی تھیں بچے بھی تھے۔ اور ایک خاص تصویر بنا رہے تھے وہ تصویر اس تصویر سے مختلف تھی جو تصویر انکی پہلے سے موجود تھی۔

اب ایک نیا انسان وجود میں آ رہا تھا وہ کفر و شرک میں مبتلا تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کفر سے نکالا اور توحید کا درس انکو دیا۔ انکے درمیان بے شمار جھگڑے تھے، آپس کے اختلافات تھے۔ خوں ریزیاں ہو رہی تھیں، ان سب سے نکال کر اخوت کے دھاگہ میں انہیں پرو دیا اور بکھرے ہوئے انسانوں کو ایک وحدت بنایا اور اسی کو امت مسلمہ کا نام دیا گیا۔

قرآن کہتا ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے اس کی زندگی کے اندر ایک تبدیلی آجاتی ہے۔ خدا کو ماننا کوئی سادہ بات نہیں ہے کہ کسی نے مان لیا مانتا لیا

کسی نے نہ مانا نہ مانا، ایسا نہیں ہے۔ خدا کو ماننے نہ ماننے سے زندگی کا رخ متعین ہوتا ہے۔ اگر آدمی صحیح طریقے سے خدا کو مان لے تو زندگی کا ایک رخ متعین ہو جائے گا۔ اس کے عقیدے کا، اس کے اخلاق کا، اس کے معاملات کا اس کے تعلقات کا، اس کے طور طریقوں کا، اس کی معاشرت کا اس کے رہن سہن کا ایک طریقہ متعین ہو جائے گا اور جو شخص خدا کا انکار کر دے اسکی زندگی کا رخ دوسرا ہوگا۔

قرآن مجید نے جگہ جگہ بتایا ہے کہ خدا کو ماننے کے بعد زندگی کیسی بنتی ہے اور کہا ہے کہ یہی کامیاب زندگی ہے۔ مکہ میں چند نفوس تھے جن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز نہیں تھی یہ سخت آزمائشوں سے گزر رہے تھے بے شمار امتحان تھے جو انکے سامنے تھے اور ان امتحانات سے وہ گزر رہے تھے لیکن جب ایمان دل میں اتر گیا تھا تو زندگی کا رخ بدلا ہوا تھا۔ کسی آزمائش کی وجہ سے وہ اس امتحان میں ناکام نہیں ہوتے۔ اس نازک ترین دور میں جب قافلہ چلا تھا تو کوئی شخص یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ قافلہ کبھی اپنی منزل مقصود کو پہونچے گا ایسی حالت میں قرآن نے کہا۔ قد افلح المومنون (سورۃ المومنون: ۱) ایمان والے کامیاب ہوئے۔ دنیا کہہ رہی تھی یہ کامیاب ہونگے جو اپنی زندگی تباہ کر رہے ہیں جو زندگی کا لطف نہیں اٹھا رہے ہیں اور زندگی سے فائدہ نہیں اٹھا رہے ہیں ایسی حالت میں قرآن نے کہا کہ نہیں یہ کامیاب ہیں۔

الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (سورۃ المومنون: ۲) وہ لوگ کامیاب ہونے جو نمازیں پڑھتے ہیں، اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ کے سامنے سر جھکاتے ہیں انکی نمازیں غفلت کی نمازیں نہیں ہیں بلکہ وہ جب نمازیں پڑھتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظاہر و باطن خدا کے سامنے جھک گیا ہے، دل و دماغ کے ساتھ اعضاء وجوارح کے ساتھ یہ خدا کے سامنے جھک رہے ہیں۔ پھر کہا "والذین ھم عن

اللغو معرضون" یہ لغویات سے دور رہتے ہیں لغویات کو دیکھ کر منھ پھیر لیتے ہیں لغویات میں وہ شخص مبتلا ہوتا ہے جو آخرت سے بے فکر ہو جسکے سامنے کوئی اعلیٰ مقصد حیات نہ ہو کھیل تماشہ سے اسے دلچسپی ہوگی جسکے سامنے کوئی مقصد نہیں ہوگا لیکن جس کے سامنے یہ تصور ہو کہ زندگی تیزی سے گزر رہی ہے اور اس طرح گزر رہی ہے کہ نہیں معلوم کب مہلت حیات ختم ہو جائے ایسے انسان کے لئے اس کا موقعہ نہیں ہے کہ وہ لغویات میں دلچسپی لے۔ قرآن نے کہا یہ اعلیٰ مقاصد کیلئے جینے والے لوگ ہیں انہیں لغویات سے دلچسپی نہیں ہو سکتی۔

پھر کہا "والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون" یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ دولت خرچ ہوتی ہے عیش و عشرت کیلئے، عیاشی کے لئے، شہرت کیلئے نام و نمود کیلئے، جاہ و عزت کیلئے۔ کہا کہ نہیں یہ اللہ کے بندے ہیں اللہ کی رضا کے لئے انکی دولت خرچ ہوتی ہے۔

"والذین ھم لفروجھم حافظون" یہ عزتوں کے محافظ ہیں ان کے دامن پر کبھی بدکاری کے دھبے نہیں دیکھے جا سکتے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ راہب ہیں دنیا چھوڑ دی ہے انہوں نے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا؟

"الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین" یعنی انہوں نے گھر ویران نہیں کئے ہیں بلکہ انکے گھر بھی آباد ہیں وہ بیوی بچے والے ہیں شادی کرتے ہیں ان کے اولاد بھی ہوتی ہے۔ ہاں بدکار نہیں ہیں۔

پھر کہا "والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون" جہاں کسی کا مال محفوظ نہیں اور جہاں لوٹ مار عام ہے۔ وہاں دیکھو کچھ انسان سوسائٹی سے نکل رہے ہیں کوئی اس قبیلہ سے آرہا ہے کوئی اس قبیلہ سے آرہا ہے کوئی اس بستی سے آرہا ہے کوئی اس بستی سے آرہا ہے اور سب امانت دار و دیانتدار ہیں جس سے جو وعدہ کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں انکی بات پتھر کی لکیر

ہوتی ہے انہوں نے جو کہہ دیا جو عہد کیا اسے پورا کر دیا۔

یہ تصویر قرآن پیش کر رہا تھا اور اس ماحول میں پیش کر رہا تھا جس میں چند نفوس ایمان لانے والے تھے۔ میرے دوستوں اور ساتھیوں اور بزرگوں، کسی شخص کو یہ ہمت نہیں ہوتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی کہ کس کی تم یہ تصویر پیش کر رہے ہو؟ کہاں پر ہے وہ انسان؟ قرآن نے جو تصویر کشی کی، ایک ایک انسان اس کا نمونہ تھا۔ اور کسی کو یہ الزام لگانے کی ہمت نہیں ہوتی کہ یہ جو نقشہ تم کھینچ رہے ہو وہ ہمیں نظر تو نہیں آرہا ہے۔ کہاں ہے وہ نقشہ؟ کہاں ہے وہ انسان؟ کہاں ہے وہ کردار؟ یہ کسی کو کہنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

اس طرح انسانوں کو نکالا کفر اور شرک کے ماحول سے، بداخلاقی کے ماحول سے اور نیکی کی راہ پر انکو چلایا۔ اسطرح چلایا کہ جیسا قرآن چاہتا تھا ویسا انسان بننے لگا۔ میرے دوستوں اور ساتھیوں یہ ہے امت کا وہ کرداری دور، یہیں سے اس امت کا آغاز ہوا۔ یہ امت بڑھی اور اسے اللہ کی کتاب کی بنیاد پر جوڑ دیا گیا کہ دیکھو اللہ کی کتاب کے مطابق تمہیں بنایا اور سنوارا جا رہا ہے اور یہی جوڑنے والی چیز ہوگی تمہیں۔ اور اسی سے تم متحد و متفق ہوگے۔ اور اگر تمہارے درمیان اختلافات بھی ہوں تو یہی کتاب فیصلہ کرے گی کہ کون حق پر ہے کون باطل پر۔

اختلافات بھی ہو سکتے ہیں تو یہ کہا گیا۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ" الآیۃ (سورۃ الحجرات: ۹)

کہا کہ اگر مومنوں کے دو گروہ لڑ پڑیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا بھی کبھی وقت آسکتا ہے کہ انکے درمیان لڑائی ہو جائے۔ لیکن اس سے وہ ایمان سے محروم نہیں ہو جائیں گے۔ ایمان کے باوجود اختلاف اتنا بڑھ سکتا ہے کہ انکے درمیان

لڑائی ہو جائے۔ ایسی صورت میں فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے کہ لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو" انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم" (سورۃ الحجرات: ۱۰) مسلمان تو بھائی بھائی ہیں بھائیوں کے درمیان کبھی رنجش ہو سکتی ہے کبھی اس سے بڑے اختلافات بھی ہو سکتے ہیں تو تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دو لیکن اگر کوئی گروہ سرکشی ہی پر آمادہ ہو جائے تو طاقت سے اسے دبا دو امت کے اندر اتنی جان رہے، اتنی طاقت رہے کہ کسی کو سرکشی کا موقعہ نہ ملے۔

اس طرح ایک امت بنی اور اس کا ایک معاشرہ، اسکی تہذیب اور اس کا کلچر وجود میں آیا۔ اور دنیا دیکھ سکتی تھی کہ کس طرح کا کلچر ہے اور کیا اخلاق ہے اور کیا کردار ہے۔ اور دنیا میں جو کچھ ظلم و زیادتیاں ہو رہی تھیں ان تمام ظلم و زیادتیوں کو ختم کر کے اسلام نے عدل و انصاف کی بنیاد پر ایک پاکیزہ معاشرہ قائم کیا جس جگہ معاشرہ کا آغاز ہوا وہاں کمزوروں پر ظلم ہو رہا تھا اور دنیا کا یہ اصول ہے اور ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ہر طاقتور کمزور کو دباتا اور کچلتا ہے اہل عرب بھی یہی کر رہے تھے۔ عورتوں پر ظلم ہو رہا تھا، غلاموں پر ظلم ہو رہا تھا یتیموں اور مسکینوں پر ظلم ہو رہا تھا۔ قرآن نے یہ تمام ظلم ختم کیا۔ کہا کہ انسان کو حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے پر ظلم کرے۔ اور سب کے حقوق متعین کئے اور بتایا کہ کس کا کیا حق ہے

عورتوں پر ظلم ہو رہا تھا اور بے پناہ ظلم ہو رہا تھا۔ بعض نادان اپنی بچیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے قرآن نے کہا یہ جرم ہے اللہ کے یہاں اسکی بازپرس ہوگی:" واذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت (سورۃ التکویر: ۸-۹)

ذرا اس وقت کا تصور کرو، سوچو ایک وقت وہ بھی آنے والا ہے ایسی گھڑی آنے والی ہے جبکہ زندہ درگور کی گئی لڑکی سے یہ سوال ہوگا کہ بتا تو نے کیا جرم کیا تھا کہ تیرے باپ نے تجھے زندہ درگور کر دیا۔

میرے دوستوں اور ساتھیوں اس تصور سے ہی انسان کانپ جاتا ہے کہ یہ سوال اس معصوم بچی سے ہوگا جسے زندہ درگور کیا گیا کہ شاید تو نے کوئی جرم کیا تھا جس پر تیرے اس باپ نے جسے رحم و کرم کا پیکر ہونا چاہیئے تھا، تجھے زیر زمین کر دیا۔

یہ جو منظر تھا قرآن نے کہا اب نہیں زیادتی ہوگی عورت پر، اس کے حقوق ادا کیے جائیں گے۔ نقشہ بدل گیا اب یہ صورت حال ہوگئی کہ ایک ایک یتیم بچی کی پرورش کیلئے چار چار آدمی دوڑ رہے ہیں کہ ہم اس کی پرورش کریں گے ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ اور پوری سوسائٹی میں یہ سوال نہیں پیدا ہوا کہ کوئی یتیم بچی ہے تو اس کی پرورش کیسے ہوگی کون کرے گا۔ کہیں نوٹ نہیں ہے کہ کسی بچی کی ضروریات پوری ہونے سے رہ گئی ہوں اور اسکی حفاظت نہ کی گئی ہوں اور اس کی حفاظت نہ کی گئی ہو۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ہمارے نزدیک عورت کسی شمار میں نہیں تھی لیکن قرآن نے اتنی تیزی سے انکے حقوق بیان کیے، انکے ساتھ زیادتی سے روکا کہ ہمیں ان سے تیز گفتگو کرنے سے ڈر لگنے لگا کہ کہیں اسکے خلاف بھی اللہ کا حکم نہ آجائے۔ ایسی فضا قرآن نے پیدا کی ماں باپ کے بوڑھے ہونے کے بعد کوئی انہیں پوچھتا نہیں تھا لیکن قرآن نے کہا بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرکے تم خدا کی رضا حاصل کر سکتے ہو۔

اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف" (سورۃ الاسراء: ۲۳) اس میں انکی بے بسی کی تصویر کھینچ دی گئی کہ ایسی حالت جس میں وہ تمہارے پاس رہنے پر مجبور ہو جائیں اور تم محسوس کرو کہ یہ بوجھ ہے جو تم پر لادا جا رہا ہے تو کہا کہ: "فلا تقل لھما اف" (سورۃ الاسراء: ۲۳) ان کے حقوق تو ادا کرو گے ہی اف تک نہ کہو "ولا تنھرھما" ڈانٹ ڈپٹ سے بات نہ کرو۔ بڑھاپے کے عالم میں ان کے جذبات بھی جلد مشتعل ہونگے۔ ان میں وہ ضبط بھی نہیں

رہا جو عام حالات میں ہوتا ہے۔ کچھ اور چیزیں بھی انکو پریشان کر رہی ہونگی تو تمہارا فرض یہ ہے کہ ڈانٹو نہیں ڈپٹو نہیں۔

"وقل لھما قولا کریما" اور شریفانہ بات کرو ان سے، اس طرح بات نہ کرو جس طرح رذیل انسان بات کرتا ہے، جیسے کمینے بات کرتے ہیں شریفوں کی طرح بات کرو اور شرافت کی بات کرو، بازاریوں کا سا انداز نہ اختیار کرو۔

"واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ" اپنے بازو اپنی گردن انکے سامنے جھکائے رہو اکڑے نہ رہو انکے سامنے اور اللہ سے دعا کرتے رہو کہ اے اللہ ہم ان کا حق ادا نہیں کر سکتے تو ان کا حق ادا کر دے ہماری طرف سے: "وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا" (سورۃ الاسراء: ۲۴)

ایک عجیب منظر قرآن نے پیش کیا اور صحابہ کرامؓ اس پر پورے اترے کسی باپ کو اپنی اولاد سے شکایت نہ تھی۔ کسی ماں نے نہیں کہا کہ میرے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور ہر ایک نے محسوس کیا کہ انکے قدموں میں ہماری جنت ہے۔

میرے دوستوں اور ساتھیوں یہ جو ہم نے سفر طے کیا اور اب ہم کہاں پہونچ گئے ہیں اور ہمارے سفر میں کیا کیا مراحل آئے۔ کس کس طرح قربان جائیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو تیار کیا۔ اسکے بیان کیلئے تو پوری رات چاہیئے۔ کن کن گوشوں، کن کن پہلوؤں سے آپ کو آراستہ، پیراستہ کیا محمد عربی ﷺ نے اس کو کون بیان کر سکتا ہے۔

میرے دوستوں اور ساتھیوں یہ تو ہوا ہمارے سفر کا آغاز۔ اب ہماری موجودہ صورت حال کیا ہے یہ پوری طرح ہمارے اور آپ کے سامنے طشت ازبام ہے آپ سوچیئے کیا آپ نے عورت کو وہ حقوق دئے ہیں جو اسلام بیان کرتا ہے ہو سکتا ہے کوئی شخص یہ کہے، بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ ہاں صاحب ہم نے وہ حقوق دیئے ہیں تو آپ اپنے چاروں طرف، اپنی بستی پر، اپنے خاندان

پر، اپنے محلہ پر ایک نگاہ ڈال لیجئے تو پتہ چلے گا کہ کیا واقعی انکے حقوق ادا کئے جارہے ہیں۔ کیا ماؤں کے ساتھ وہ سلوک ہو رہا ہے، شادی کے بعد جو قرآن نے بیان کیا ہے یا بوجھ سمجھ کر اسے برداشت کیا جارہا ہے گھر میں ماں کو رکھنے کیلئے آدمی تیار نہیں ہوتا۔ میں اس جھگڑے میں نہیں پڑتا کہ اس میں ساس بہو کے جھگڑے کی بھی رکاوٹ ہے۔ لیکن اسکے باوجود بہر حال ماں، ماں رہے گی اور اس کا حق کبھی ساقط نہیں ہوگا۔ کیا یہ حق ادا کیا جاتا ہے اور اس طرح ادا کیا جاتا ہے جیسے قرآن کا حکم ہے۔ نہیں ادا کیا جاتا ہے اور پھر کیا بیٹی کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوتا ہے جو بیٹوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ شریعت کا حکم ہے کہ لین دین میں لڑکے اور لڑکی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ لڑکے کیلئے اچھا کپڑا بنے اور لڑکی کے لئے خراب کپڑا بنے۔ اس کے لئے بڑے قیمتی تحفے آئیں اور اس کے لئے معمولی تحفے ایسا نہیں ہونا چاہیئے اور پھر یہ بات کہ لڑکے اور لڑکی دونوں کو تعلیم سے آراستہ کرنا چاہیئے کیا ہم لڑکے کی تعلیم کے لئے جتنے فکر مند ہوتے ہیں ایسے ہی لڑکی کی تعلیم کیلئے بھی فکر مند ہوتے ہیں۔ ان کو جاہل رکھا جاتا ہے انہیں انکے حقوق تک نہیں معلوم اور پھر ماں باپ کے مال میں لڑکی کا حق ہے۔ کیا وہ حق اسے ملتا ہے۔ کیا بھائی اسے وہ حق دیتے ہیں۔ نہیں دیتے۔ ہزار بہانے کئے جاتے ہیں۔ اسکی شادی میں جو چار پیسے خرچ ہوتے اسے نوٹ کر کے حساب کیا جاتا ہے اور یہ جو برسوں کھاتا رہتا ہے لڑکا، اس کی بیوی، اسکے بچے اس کا کوئی حساب نہیں کرتا۔

اس کا حق رکھا گیا ہے وہ حق ادا ہونا چاہیئے اور اگر بہن ہے تو بہن کا حق ادا ہونا چاہیئے۔ کون ہے جو اپنی بہن کا حق ادا کرتا ہے۔ شریعت نے اس کا حق متعین کر دیا ہے۔ کب ملے گا نہیں ملے گا یہ تو علماء کرام بتائیں

گے اور جب اس کا حق طے ہو جائے تو اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔

میرے بزرگوں اور دوستوں آپ دیکھیئے جب لڑکی شادی کر کے سسرال آتی ہے تو اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا ہے۔ لڑکیوں کے زندہ جلنے کے واقعات کبھی دوسروں میں ہوتے تھے اب آپکے معاشرہ میں بھی ہونے لگے ہیں بے چاری جلتی ہے یا جلائی جاتی ہے یہ تو اللہ ہی فیصلہ کرے گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ جل بھی رہی ہے اور جلائی بھی جارہی ہے۔ اور آپ کے معاشرہ میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے

میرے دوستوں اور ساتھیوں ایک لڑکی آتی ہے، سترہ یا اٹھارہ سال کی عمر میں، سوچیئے کتنی چھوٹی عمر اور اس کے ساتھ کیا برتاؤ ہوتا ہے سسرال میں کوئی جواز نہیں ہے اس کا۔ آدمی یہ سوچ کر شادی کرتا ہے کہ گھر میں کام والی نہیں ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے اس لئے شادی ہو جائے گی یا یہ سوچ کر شادی کرتا ہے کہ ایک ماما کو لانا ہے گھر میں۔ ۔ ۔ جس ملازمہ کو آپ نے رکھا ہے یا شادی کر کے لاتے ہیں یہ تو اللہ کا کام ہے کہ سترہ اٹھارہ، یا انیس، بیس سال کی عمر میں اس بے چاری کو دق نہیں ہوتی۔ ٹی بی نہیں ہوتی۔ ان صدموں سے تو اسے مرجانا چاہیئے لیکن زندہ رہتی ہے اور وہ شوہر ہی کی نہیں سسرال کی خدمت پر مجبور ہے یہ کون سا اسلام ہے۔ ہمارے فقہاء نے تو کہا ہے کہ شوہر کی خدمت پر بھی وہ مجبور نہیں ہے۔ عورت تو تمہارا گھر بسانے اور اسکے آباد کرنے میں مدد دینے کے لئے آئی ہے ملازمہ نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ وہ معاملہ کرو۔ کوئی قانونی حق نہیں ہے دیور کا، جیٹھ کا اور نندوں کا، حتی کہ خسر کا بھی کوئی قانونی حق نہیں ہے کیونکہ نہ تو اس کا اپنی بہو کے ترکہ میں اور نہ اس کا اپنے خسر کے ترکہ میں کوئی حصہ متعین ہے تو کیا قانونی حق رکھتا ہے۔ وہ کوئی قانونی حق نہیں رکھتا اور نہ ساس کو یہ حق حاصل ہے۔

میرے دوستوں اور ساتھیوں ہم نے اس پاکیزہ معاشرت کو جو اس

امت کو ملی تھی، اس پاکیزہ تہذیب کو جسمیں ہمارے اسلاف کی پرورش ہوئی تھی چھوڑ دیا۔ آپ کی تہذیب و معاشرت کا مضبوط ہونا اس لئے ضروری ہے کہ جب تک آپ کا معاشرہ مضبوط نہ ہو آپ کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے۔ داخلی طور پر مستحکم قومیں ہی خارج میں دشمن کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔

آپکی تہذیب، آپ کا معاشرہ، آپکی سوسائٹی، آپ کا سماج جب تک اسلام کے قالب میں نہ ڈھل جائے اسلام اس کی زندگی میں اتر نہ جائے اس وقت تک یہ توقع نہیں کہ اسلام غیر اسلام سے ٹکر لے سکے گا۔ اس کے معاشرہ میں اس کی زندگی میں جگہ جگہ خلا رہے گا اور اس میں غیر اسلامی تہذیب گھستی رہے گی اور اسے کمزور کرتی رہے گی۔ اور یہی ہو رہا ہے۔ ہمارے اسلاف اگر دنیا میں چھا گئے تھے تو اس لئے چھا گئے کہ وہ داخلی طور پر مستحکم تھے ایسے مستحکم کہ کوئی رخنہ نہیں تھا کہ جس سے دشمن گھس سکے۔ اور اگر دشمن کو آپ دراندازی کا موقعہ دیتے ہیں گھسنے کا موقع دیتے ہیں تو آپ کی صفوں میں داخل ہوگا اور کمزور کرتا رہے گا گھسنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تہذیب گھسے گی اس کا کلچر گھسے گا اس کی معاشرت گھسے گی۔ اس کا اخلاق گھسے گا، اسکے افکار و خیالات گھسیں گے اور آپ کو ہر چیز سے محروم کرتے جائیں گے۔ چنانچہ آپ محروم ہو رہے ہیں۔ کبھی مغربی تہذیب گھس رہی ہے کبھی غیر اسلامی تہذیب گھس رہی ہے، کبھی ہندو تہذیب آ رہی ہے اور آپ ان سب چیزوں سے بے خبر اپنی تہذیب کو بھلا رہے ہیں۔ اور دوسری تہذیبوں کو جگہ دے رہے ہیں۔ اس کا علاج کیا ہے کہ آپ ایسے مضبوط ہو جائیں کہ آپ پر دوسری تہذیبوں کی یلغار نہ ہو اور آپ دنیا پر چھاتے چلے جائیں اس کا نسخہ قرآن نے بتایا ہے کہ پوری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیلئے کھڑی ہو جائے: "والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض" (سورۃ) ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں یہ سب

ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ایک دوسرے کے غمخوار ہیں۔ یہ سب ایک مقصد کے ساتھی ہیں۔ ایک دوسرے کا ساتھ دینے والے، ایک دوسرے سے تعلق جیسا ہوتا ہے ویسا تعلق رکھنے والے اور ایک دوسرے کی سرپرستی کرنے والے ہیں۔

یہ کریں گے کیا: "يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر"

ایک دوسرے کو معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے روکیں گے تب انکی معاشرت میں انکی سوسائٹی میں، خرابیاں ختم ہونگی۔ یہ کام اگر آپ کریں تو آپکی معاشرت میں جو بگاڑ آ رہا ہے، آپکی تہذیب میں جو بگاڑ آ رہا ہے وہ دور ہوگا۔ یہ فسادیوں نہیں ختم ہوگا۔ کوئی باہر سے آکر ختم نہیں کرے گا۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ اس فساد کو دور کرنے کیلئے باہر سے کوئی گروہ نہیں آئے گا خود اس امت کو اٹھنا ہوگا۔ اس امت کے اندر اس شعور کو زندہ کرنا ہوگا کہ وہ خود اپنے لوگوں کی اصلاح کرے اس کا ایک گروہ دوسرے گروہ کی اصلاح کرے۔ اس کا ایک فرد دوسرے فرد کی اصلاح کرے۔ اس کا ایک بھائی دوسرے بھائی کی اصلاح کرے اس کی ایک بہن دوسری بہن کی اصلاح کرے تب امت کی اصلاح ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الدين النصيحة" (رواہ البخاری) دین نصیحت کا اور خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا یہ خیر خواہی کس کے ساتھ ہو۔ آپؐ نے فرمایا: "لله ولرسوله ولكتابه ولائمة المسلمين وعامتهم" یعنی خیر خواہی خدا کے ساتھ بھی ہوگی۔ ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ خدا کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ صحیح عقیدہ آدمی رکھے اور اسکی اطاعت و بندگی ویسے کرے جیسا اسکا حکم ہے۔

اور اسکے رسول کے ساتھ خیر خواہی اسکے احکام کی اطاعت اور فرماں برداری اور اسے نمونہ بنانا۔

"ولكتابه" اور اللہ کی کتاب کیساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ لوگ اسے پڑھیں، اسے

پھیلائیں، اسے عام کریں اور دنیا میں اسے نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

"ولائمة المسلمین" مسلمانوں میں جو بڑے ہیں، جو ذمہ دار ہیں جو ہمارے امام ہیں ان کے ساتھ خیرخواہی نیک کاموں میں انکی مدد کرنا۔ ان سے بھول چوک یا غفلت ہو تو متنبہ کرنا اور انہیں بتانا۔

"وعامتھم" اور مسلمانوں کے عوام کے ساتھ خیرخواہی یہ ہے کہ ہر فرد کیساتھ ہر شخص خیرخواہی کر رہے، ہر فرد یہ محسوس کرے کہ چاروں طرف اسکے خیرخواہ ہیں۔

خیرخواہی پیسے سے بھی ہوتی ہے اور دعوت و تبلیغ کے ذریعہ بھی۔ نیکی کا راستہ دکھانا اور برائی سے روکنا یہ بھی خیرخواہی ہے ایک صحیح حدیث ہے آپؐ نے فرمایا: "انصر اخاك ظالما او مظلوما" تمہارا بھائی ظالم ہو یا مظلوم مدد کرو اسکی۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا: "فهذا ننصره مظلوما فكيف ننصره ظالما" مظلوم اگر ہے تو ہم مدد کرتے ہیں اسکی، ظالم ہو تو کیا مدد کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ظلم سے اسکا ہاتھ پکڑو یہ اسکی مدد ہے ظلم کرنے نہ دو، اپنے بھائی غلط مقدمہ میں پھنس رہے ہو ناحق اپنی بہن کا حق دبا رہے ہو، پڑوسیوں کیساتھ تمہاری یہ زیادتی ہے، تمہارے کاروبار میں یہ غلطی ہے اس سے اسے روک لو یہ اسکی مدد ہے۔

یہ راستہ دکھا دیا گیا، اس لئے دکھا دیا گیا کہ جبتک یہ امت داخلی طور پر مضبوط نہ ہو گی اسکے برپا کئے جانے کا مقصد حاصل نہ ہوگا۔ یہ امت دنیا میں غالب ہونے کیلئے آئی تھی اس لئے آئی تھی کہ اللہ کے دین کا جھنڈا پوری دنیا میں گاڑ دے اور یہ اسوقت تک ممکن نہیں جبتک کہ وہ داخلی طور پر مضبوط نہ ہو جائے جبتک دین اسکے اندر خود نافذ نہ ہو جائے وہ دوسروں پر اسکی حکومت قائم نہیں کر سکتی۔ جبتک دین کی حکومت اس پر قائم نہ ہو جائے وہ دوسروں پر اسکی حکومت قائم نہیں کر سکتی۔

یہ ہے وہ راستہ جو قرآن نے دکھایا اور حدیث نے دکھایا۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ جو راستہ اس نے دکھایا اس راستہ پر چلنے اور اس پر عمل کرنے اور اس امت کو مستحکم کرنے کی اور ہمارے اندر جو کمزوریاں ہیں انکو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله على خير خلقه سيدنا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔

خطاب عام
۲۶ اکتوبر ۱۹۹۶ء
بعد نماز عشاء

مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی صورتحال اور نوجوان

ولی اللہ سعیدی فلاحی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین۔ وبعد

فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ۔ (سورۂ جمعہ: ۱، ۲)

قابل صد احترام صدر مجلس، محترم جناب مولانا محمد سراج الحسن صاحب امیر جماعت اسلامی ہند، اور سرپرست اعلیٰ ایس، آئی، او آف انڈیا قابل صد احترام ناظم اعلیٰ جامعۃ الفلاح محترم سید جلال الدین عمری صاحب، نائب امیر جماعت اسلامی ہند، ذمہ داران جماعت، مشفق اساتذہ کرام، معزز سامعین بزرگوں، نوجوان بھائیوں، ماؤں اور بہنوں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ رب دوجہاں نے اپنا جو انعام گنایا ہے اپنی کتاب عزیز میں، اس میں اس نعمت کا تذکرہ جگہ جگہ فرمایا ہے کہیں تو یہ فرمایا "ولقد کرمنا بنی آدم" (سورۂ اسراء: ۷۰) اور کہیں یہ فرمایا ہے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" (سورۂ التین: ۴) ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا ہے۔ اس سے بہتر مخلوق ہم نے دنیا میں نہیں بنائی اگر یہ اپنی ذمہ داری کو پہچانے۔ اللہ رب العزت کے اس احسان کی قدر ہمیں کرتے رہنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے بعد، سب سے بڑی نعمت جو تمام ہی روحانی اور جسمانی نعمتوں میں نمایاں مقام رکھتی ہے وہ نعمت ہے جس کا تذکرہ کرتے

ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (سورۃ: المائدہ: ۳) سب سے بڑی نعمت ہو سکتی ہے اور نعمتوں کا جو فیضان ہو سکتا ہے اس کا جو عروج ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے پسندیدہ دین اسلام کو تمہیں عطا فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت کا شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم تمام کو اس نعمت سے نوازا ہے ہمارا قلب ہمارا ذہن اس سے معمور ہے اور ہم تمام مسلمان ہیں۔

میں ایک منٹ کے لئے آپ کو سوچنے کی دعوت دیتا ہوں کہ ذرا ملاحظہ فرمائیں وہ منظر اور ملاحظہ فرمائیں وہ تصور، وہ خیال کہ خدانخواستہ اللہ رب العزت کو اختیار تھا کہ وہ ہم کو جہاں چاہتا پیدا فرماتا اور جس کا سٹ اور جس نسل میں اور جس مذہب کے ماننے والوں میں چاہتا ہمیں پیدا کر دیتا، میں تو سوچتا ہوں کہ اگر غیر مسلم کے گھرانے میں اس نے پیدا کیا ہوتا تو پتہ نہیں میں دین کو سمجھ کر کے اس کا مطالعہ کر کے دین رحمت کی طرف آپاتا یا نہیں آپاتا، رب دو جہاں کا احسان اور اس کا یہ کرم ہے کہ اس نے ہمیں یہ نعمت وراثتہً عطا فرمائی، پھر مزید احسان بالائے احسان اس کا یہ ہے کہ اس نے ہم تمام کو دین کا صحیح شعور عطا فرمایا، اسلام کا صحیح شعور عطا فرمایا، ہندوستان کی پوری آبادی اور اس میں مسلمانوں کا تناسب اور پھر ان میں صحیح فکر اور دین کا صحیح علم و شعور رکھنے والے لوگوں کا تناسب کتنا ہے یہ آپ مجھ سے زیادہ بخوبی جانتے ہیں۔

اللہ رب العزت کی نعمتوں و احسانات میں ایک اور عظیم نعمت علم کی نعمت ہے جو دیگر مخلوقات پر اس کی برتری و فوقیت کا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آدم کی تخلیق کے وقت جب فرشتوں سے اس کا تذکرہ کیا تو فرشتوں نے یہی کہا تھا کہ یا رب ہم تو تیری تسبیح و تحمید کے لئے کافی ہیں، تو کیوں پیدا کر رہا ہے ان کو یہ تو خون ریزی کریں گے زمین میں جا کر اور وہاں فتنہ و فساد کو عام

عام کریں گے، تو اللہ رب العزت نے فرمایا: "انی اعلم ما لا تعلمون" (سورۃ البقرہ: ۳۰) یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دے کر سارے لوگوں سے ممتاز کیا ہے اور یہ علم ایسا ویسا علم نہیں ہے یہ علم وہ ہے جسکے پیچھے رب کائنات کی ذات ہے اور جس کے لانے والے انبیاء کرام کی وہ مقدس ذاتیں ہیں جن کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتا ہے، یہ مقدس ذاتیں اپنے ساتھ جو صحیفے اور ہدایت نامے لاتی رہی ہیں یہ ہی وہ علم حقیقی جسکی جانب اشارہ کر کے اللہ رب العزت نے فرمایا: "قلنا اهبطوا منها جميعا فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون" (سورۃ البقرہ: ۳۸) اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام اور ابلیس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں سب کے سب دنیا میں جاؤ لیکن یاد رکھنا میری طرف سے جو ہدایت نامہ ہے یہ جب پہونچے گا تو جو اس کی اتباع کرے گا اسے نہ خوف ہوگا نہ غم۔

حضرت آدم علیہ السلام کو بھی یہی تعلیم دی گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی علم حقیقی کی تجدید کے طور پر کتاب عزیز عطا کی گئی۔ یہی وہ علم حقیقی جس کو بتایا رب دو جہاں نے کہ دیکھو یہ حقیقی علم اگر تمہیں ہوگا تو تمہیں دنیا و آخرت کہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ اور یہ حقیقی علم ایسا ہے کہ کائنات کیوں بنائی گئی اس دنیا کو ہم نے کیوں رچایا ہے میں تمہارا مالک ہوں میری معرفت کیا ہے مرنے کے بعد تم کو کس انداز سے میرے سامنے آنا ہے اور حساب و کتاب کیلئے کس انداز سے پیش ہونا ہے، یہ ہے حقیقی علم یہ ہے معرفت جسے میں تمہیں دے رہا ہوں اور جو تمہاری بنیادی ضرورت ہے تمہاری زندگی کا ہر ہر شعبہ اور زندگی کا ہر ہر لمحہ میرے بتائی ہوئی رہنمائی اور اصول کی بنیاد پر، علم حقیقی کی بنیاد پر جب گزرے گا تو تمہاری زندگی جنت نشاں بنے گی یہ دنیا بھی اور میرے پاس جب آؤ گے تو میں تمہیں اپنی نعمتوں بھری

جنت سے نوازوں گا۔

اس حقیقت کی جانب قرآن مجید میں جا بجا اشارے کئے گئے ہیں ایک جگہ ارشاد ہے۔ قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون: (سورۃ الزمر: ۹) کیا وہ لوگ جنہیں یہ حقیقی علم حاصل ہے وہ اور وہ جن کے پاس یہ حقیقی علم نہیں ہے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر سارے انبیاء کرام کو جو تعلیم دی گئی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پہلی وحی عطا کی گئی اس میں اس بات کا تذکرہ ہے: "اقرأ باسم ربك الذي خلق، خلق الانسان من علق، اقرأ وربك الاكرم الذي علم بالقلم، علم الانسان مالم يعلم" (سورۃ الاقرأ: ۱-۵) اسی طرح سورۃ الرحمٰن میں بھی اسی چیز کی جانب اشارہ کیا گیا ہے" الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه البيان" (سورۃ الرحمٰن: ۱-۴) یہ ساری تفصیلات اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو حقیقی علم دیا اور جس کی سند اس کی طرف سے فراہم ہے وہ علم جب تک انسان کے پاس رہا، چین و سکھ کی زندگی اس نے گزارا اور اس کے پاس سے جب یہ چیز مٹی تو اس کے پاس جاہلیت آئی اور وہ ساری چیزیں آئیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب و مقصود اور منظور نہیں ہیں پھر قرآن مجید نے یہ بات بھی صاف کر دی ہے کہ خوف خدا، اور اس کا تذلل اور دل پھار سے رب کائنات کی طرف یا اسی وقت انسان کو حاصل ہو سکتا ہے جب اس کے پاس ذات باری کی صحیح معرفت ہو۔" انما يخشى الله من عباده العلماء (سورۃ فاطر: ۲۸) اللہ تعالیٰ کا ڈر اس کا خوف اس کے سامنے بچھے رہنے کی ہمت ہو اور صلاحیت انہیں لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے جو ذات باری کا حقیقی علم اپنے پاس رکھتے ہوں۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کا حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض قرار دیا: طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی علم حقیقی کو سیکھنے اور سکھانے کا ماحول فراہم کیا اور خود آپ نے فرمایا: "بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" میں معلم بناکر بھیجا گیا ہوں اور ایک حدیث میں صاف صاف فرمایا کہ دیکھو اگر جنت چاہتے ہو تو اسی علم حقیقی کی طرف تم کو آنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی سرخروئی چاہتے ہو تو اسی علم حقیقی کی طرف تم کو آنا ہوگا اور اس دنیا میں چین و سکون چاہتے ہو تو بھی اسی علم کی جانب رجوع کرنا ہوگا۔ من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة" (رواہ البخاری) جو شخص علم حقیقی کی تلاش و جستجو میں کوئی راستہ اختیار کرتا ہے تو پھر اللہ رب العزت اس کے لئے جنت کے راستہ کو ہموار کر دیتا ہے۔

پندرہ سو سال قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی علم حقیقی کی بنیاد پر پوری زندگی میں انقلاب برپا کر کے دکھا دیا، انکی سیاسی زندگی ہو یا معاشی سماجی زندگی ہو یا اخلاقی یا انکی اپنی سوشل لائف ہو ہر جگہ اللہ رب العزت کے اسی علم حقیقی کا دور دورہ تھا اور چین و سکون کی زندگی تھی۔

آج تعلیم کو ہم نے ایک شعبہ بنا لیا ہے جب کہ اسلام کا مطالبہ تو یہ ہے کہ پورے نظام پر تعلیم ہی کی حکومت ہو۔ آج ہم تعلیمی اداروں کی باتیں کرتے ہیں جب کہ اسلام نے یہ تصور دیا ہے کہ دیکھو علم کے مطابق ہی پوری زندگی گزرنی چاہیئے۔ اور تعلیم کا حصول برائے معاش نہیں بلکہ رفاہی کاموں، اور بھلائیوں کے فروغ اور انسانیت کے ماحول کو عام کرنے کیلئے ہونا چاہیئے۔

تعلیم کے سلسلہ میں اسلام کی ان تمام ترغیبات و تحریصات کے باوجود اس وقت مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی صورت حال حد درجہ ناگفتہ بہ ہے، اور تعلیم کے میدان میں وہ بہت پیچھے ہیں، اس تعلیم میں جو ہماری دنیا بھی نہیں بنا سکتی، وہ تعلیم جو آخرت کو سنوارنے والی ہے وہ تو بہت دور ہے، چنانچہ اتر پردیش میں شرح خواندگی صرف ۴۱ فیصد ہے بہار میں ۳۸ر۵، مغربی بنگال میں ۵۷ر۲، کیرلا میں ۵۹ر۹۰،

آندھرا پردیش میں ۵۵ فیصد، کرناٹک میں ۴۴ فیصد اور گجرات میں ۳۹ فیصد اور مدھیہ پردیش میں ۷،۵ فیصد اور راجستھان میں صرف ۳۹ فیصد مسلمان ایسے ہیں جو دستخط کر سکتے ہیں۔ رہی اعلیٰ اور پوسٹ گریجویٹ درجہ کی تعلیم تو اس کا ڈاٹا مختصر یوں ہے۔

بی۔ اے کے کورسیز میں پورے ہندوستان میں مسلمانوں کا تناسب ۶/۲۱ ہے ماسٹرز ڈگری میں ان کا تناسب ۹/۱۱، طب میں ۳/۴۴، انجینیرنگ میں ۳/۴۱ ہے اور پورے ہندوستان میں مسلم مدرسین کی تعداد ۲/۶ فیصد ہے سائنس اور ٹیکنالوجی مہارت کے کورسیز میں ان کا تناسب صرف ۱/۰۲ فیصد ہے۔

یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ ہم نے یہ سوچا تھا کہ ہمارا مستقبل تابناک ہوگا۔ ہندوستانی معیشت پر ہمارا ہولڈ ہوگا اور ہم مستقبل اپنا مستحکم و مضبوط کر کے یہاں چین و سکون کی زندگی گزاریں گے، اپنا دین ہم نے چھوڑا، حقیقی علم کو ہم نے چھوڑا اس تعلیم کے پیچھے بھی ہم دیوانہ ہوئے تو یہاں بھی ہمیں کوئی چیز نہیں ملی۔ اسلام نے جو نظریہ ہمارے سامنے پیش کیا تھا وہ یہ پیش کیا تھا کہ تمہاری تعلیم برائے تعلیم نہ ہو۔ بلکہ تمہاری سیرت، تمہارے معاشی اور تمہاری سماجی زندگی کو نکھارنے کے لئے ہو۔ ارشاد باری ہے۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ جمعہ: ۲)

وہی ہے جس نے رسول رحمت کو ناخواندہ لوگوں کے پاس بھیجا جو انکے سامنے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، انکا تزکیہ کرتا ہے انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

علم حقیقی اگر نہ ہو تو گمراہی ہی گمراہی ہے، تاریکی ہی تاریکی ہے گھٹا ٹوپ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ علم حقیقی اگر مل جائے تو پوری زندگی میں انقلاب آجاتا ہے۔

میں اپنے نوجوانوں سے اس وقت مخاطب ہوں۔ آپ میں سے بہت سارے لوگ تعلیم یافتہ ہونگے آپ کے سامنے میں یہ پیغام دے رہا ہوں اور آپ کے ذریعہ یہ پیغام چاہتا ہوں کہ عام سے عام ہو۔ وہ یہ ہے کہ علم حقیقی کو عام کرنے اور جاہلیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے کو دور کرنے کیلئے آپ آگے آئیں۔ اور سارے علوم پر اس علم حقیقی کا رنگ چڑھا دیں۔ علم حقیقی کے رنگ میں سارے علوم کو رنگنے کی ذمہ داری ہماری ہے، ہم اپنی ذمہ داری کو پہچانیں، علم حقیقی کو سمجھیں اور علم حقیقی کے رنگ میں سارے علوم کو رنگ کر ہم یہ دکھائیں کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، اسلام ہی وہ واحد علم حقیقی ہے جس کی روشنی میں زندگی کے سارے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔

انقلاب میں جہاں سیرت و کردار اور اخلاق کا اہم رول ہوتا ہے وہیں تعلیم کا بھی زبردست حصہ ہوتا ہے چنانچہ افکار و خیالات کی ترویج و اشاعت اسکے بغیر ممکن ہی نہیں۔

نوجوانو، ملت کے بوڑھے افراد یہ کام کرنے والے نہیں ہیں اور نہ ہی ان سے یہ کام ہو سکتا ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو انمول نعمت عطا فرمائی ہے یعنی جوانی اسکی قدر کیجئے، اور جو صلاحیتیں دی ہیں اسکو پروان چڑھائیے اور سارے علوم و فنون کو اسلام کی روشنی سے منور کر دیجئے۔ اور علم حقیقی کو عام کرتے ہوئے پورے مسلم سماج اور پورے ملک میں انقلاب برپا کر دیجئے۔ اسی کے ذریعہ ہم ہندوستان میں اپنے پیغام کو عام کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کر سکتے ہیں۔

آخر میں بزرگوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ انسان جب مرجاتا ہے تو اسکا عمل رک جاتا ہے، مگر تین چیزیں ہیں جن سے اسکو ثواب ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ، کسی مفید اور نفع بخش علم کی ایجاد اور تیسری چیز نیک لڑکا جو دعا کرے۔

ـــــ تو کیا آپ لوگوں نے ایسے نوجوان تیار کئے ہیں جنہیں دعا کرنے کا سلیقہ آتا ہو۔ یقیناً یہ آپکی ذمہ داری ہے کہ آپ کے زیر اثر جو نوجوان ہیں انہیں علم حقیقی کی طرف موڑیئے اور پھر اسی علم کے زیر سایہ، سارے علوم انہیں سکھائیے اور انہیں تیار کیجئے کہ وہ اقامت دین کے علمبردار اور انقلاب کے داعی بنیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خطاب عام
تاریخ [illegible] اکتوبر [illegible]
بعد نماز عشاء

مولانا سراج الحسن صاحب
امیر جماعت اسلامی ہند۔

شہادت حق اور ہماری ذمہ داریاں

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم ذی المقام الامین وعلی الہ واصحابہ اجمعین۔

محترم ناظم اعلیٰ جامعۃ الفلاح، مولانا سید جلال الدین عمری صاحب اور جامعہ کے علماء کرام اور ذمہ داران، اور طلباء عزیز اور طالبات اور معزز سامعین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ہمیں اس وقت نہایت سنجیدگی کے ساتھ کچھ سوالات پر سوچنا ہے۔ ہم اپنی تاریخ کے اور اپنے ملک کی تاریخ کے ایک نہایت نازک دور سے گزر رہے ہیں اور یہ دور اتنا نازک ہے کہ اس نازک دور میں ہمارا آنکھیں بند کر لینا بھی صحیح نہیں ہوگا اور جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ بیت رہا ہے اسکو خاموش تماشائی کی حیثیت سے تماشہ کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی صحیح نہ ہوگا کہ یہ بات خود ہمارے اپنے فلاح کی ہے اپنے نقصان و نفع کی ہے اور اپنی فلاح و بہبود کی ہے۔

ایک طرف ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم کیا ہیں، کہاں کھڑے ہیں اور کیا کرنا ہے اور دوسرے یہ کہ ہم جہاں ہیں جس ملک میں ہیں وہ ملک کدھر جا رہا ہے اور اس ملک کے سلسلہ میں، اس ملک کے باشندے کی حیثیت سے، اس وطن عزیز کے فرزند کی حیثیت سے ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں اور ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ بھی سوچنا ہے۔ ہم ان میں سے کسی بھی سوال کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ میں صرف یہ بات عرض کر دوں گا کہ ہماری سوچ جتنی حقیقت پسندانہ ہوگی، جتنی معقول ہوگی، جتنی متوازن ہوگی جتنی صحیح اور صحت مند ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اتنا ہی زیادہ صحیح سمت میں صحیح رخ سے اپنا وظیفہ انجام دے سکے گی۔

ہمارے لئے اصل واساس اور بنیاد اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی سنت ہے جو کچھ ہمیں سوچنا ہے وہ اسی کی روشنی میں سوچنا ہے یہ بات بالکل طے ہے

حضرات اس وقت ہندوستان کے مسلمان جس طرح کے حالات سے گزر رہے ہیں اور وہ ان کا جو حال ہے اس کی تفصیل میں جانے کی کوئی ضرورت نہیں اپنے حال سے کون ناواقف اور کون باخبر نہیں ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں پورے شعور کے ساتھ ایک واضح طور پر فیصلہ کر کے عزم مصمم کے ساتھ اس راہ پر چلنے کا فیصلہ کر لینا چاہیئے جو راہ ہمیں فلاح کی حقیقی منزل تک پہونچانے والی ہے اور پہونچا کر رہی ہے۔ اسکے لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اندر اس تبدیلی کو لانے کی فکر کرے اور اس کا آغاز کر دے جسکے بغیر کوئی تبدیلی باہر نہیں آسکتی اور آئے بھی تو اس کا کوئی فائدہ اسکے حق میں نہیں ہوگا۔ بے شک اصلاح کیلئے اصول و ہدایات چاہیئے۔ قرآن چاہیئے اور یقیناً ایک مرحلہ میں اصلاح کیلئے اقتدار بھی چاہیئے لیکن اقتدار کا اہل بننے سے پہلے اقتدار ہاتھ میں آجائے تو وہی کچھ ہوگا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس ملک میں اسی نعرے پر ایک تحریک چلی، ملک تقسیم ہوا لاکھوں انسان خاک و خون میں لوٹ گئے اور آج جو خواب ہم نے دیکھا تھا کیا اسکی تعبیر آپ کو دکھائی دے رہی ہے۔

میں یہ بات آپ سے صاف کہنا چاہتا ہوں کہ تعمیر کا کام بہت مشکل کام ہے اور تعمیر کے کام میں اپنی اصلاح کا کام تو اور زیادہ مشکل ہے اور اگر اصلاح کا کام کرنے والا، اصلاحی کاموں میں لگا ہوا ہے تو اس کی اصلاح تو اور مشکل ہے۔

دوستو، قرآن حکیم کہتا ہے: "یا ایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون" (سورۃ الحج : ۷۷)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے آگے جھک جاؤ، اللہ کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ، اللہ کی بندگی اختیار کرو، نیک کام کرو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو جائے۔

کام کا آغاز تو یہاں سے ہوتا ہے ہر کوئی اپنے آپ کو اللہ کے آگے ڈال دے سربسجود ہو جائے، سجدہ ریز ہو جائے۔ رکوع ایک علامتی عمل ہے سر کو جھکا کر پیٹھ کو خم کر کے آپ تسبیح پڑھتے ہیں: سبحان ربی العظیم لیکن رکوع پر بھی نہ دل مطمئن ہوتا ہے اور نہ تسلیم و رضا کا تقاضہ پورا ہوتا ہے۔ محسوس ہوتا ہے ہم ابھی آدھا ہی راستہ طے کئے ہیں سجدہ میں گر جاتا ہے سجدہ ریز ہوتا ہے اور بھیگی آنکھوں سے جذبات تشکر سے معمور ہو کر "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھتا ہے میرے مولیٰ، اے رب تو ہی برتر، تو ہی اعلیٰ، تو ہی بلند ہے۔ اے مولیٰ تو ہی پاک ہے۔ صرف سر نہیں جھکاتا بلکہ اپنے آپ کو اسکے قدموں میں ڈال دیتا ہے۔

یہ علامتی اعمال و افعال کس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں اس بات کی کہ ایک ایک مومن کو خدا کے آگے اپنے آپ کو اسطرح سے ڈال دینا چاہئیے کہ "ادخلوا فی السلم کافہ" کی وہ سراپا تصویر بن جائے اور اس طرح کی پوری زندگی بندگی بن جائے۔

وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون" نیک کام کرو جب تم ایسے ہو جاؤ گے تو تمہاری ذات روشنی کا ایک مینار بن جائے گی۔ خیر ہی خیر جب تم یہ ہو جاؤ گے تو تمہیں فلاح حاصل ہو گی توقع کی جا سکتی ہے۔

اس کے بعد کہا: وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ (سورۃ الحج : ۷۸)
نیکیوں اور خیر کی ساری قوتوں کو اپنے اندر پیدا کرنے کے بعد تمہیں کرنا کیا ہے اللہ کی راہ میں سعی و جہد، سعی پیہم، جہد مسلسل، تگ و دو، زندگی کے آخری لمحہ

تک مسلسل جد و جہد یہاں تک کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔

اس خیر کو، اس روشنی کو تمہیں دنیا کے اندر پھیلانا ہے اللہ کا دین، دین رحمت ہے، دین برکت ہے دین انسانیت ہے دین شرافت ہے دین حق ہے دین عدل ہے دین انصاف ہے اس کو سارے انسانوں کے لئے بھیجا گیا ہے اسکو اگر کوئی اپنے لئے محدود کرے تو ظلم کرے گا۔ اس پیغام کو، اس نظام حق و عدل کو دنیا تک پہونچانے کی ذمہ داری ہماری ہے۔

ارشاد باری ہے "ھُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" (سورۃ الحج : ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے جو دین سارے انسانوں کیلئے نازل فرمایا اس میں کوئی تنگی نہیں رکھی وہ اصول و اقدار اور وہ ہدایت جس کی روشنی کو کبھی زوال نہیں آسکتا جسکی روشنی بجھ نہیں سکتی، گل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ اس نور کا اتمام کرے گا۔ نور مکمل ہوا ذات رسالت مآبؐ کی ذات پر تو اسی نور کا کو پہونچانا ہے جو ایسے اصولوں پر مشتمل ہے جو قیامت تک انسانوں کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے کسی بھی دور سے گزرے زلف حیات کتنی ہی الجھ جائیں لیکن یہ اس کو سلجھا سکتا ہے، ناہموار زمین کو ہموار کر سکتا ہے۔ حق و انصاف کی راہ پر لوگوں کو چلا سکتا ہے۔

آگے فرمایا: تم ابراہیم کی امت ہو اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا اس سے پہلے اور اسکے بعد بھی، تم پر رسول گواہ ہیں اور تم سارے لوگوں پر گواہ۔

رسولؐ اس دنیا میں تو شہادت کی گواہی دے چکے، اور اب اسکے بعد یہ امت محمدیہ، یہ خیر امت ہر دور کے انسانوں کے سامنے کل قیامت میں کھڑی ہوگی تو اس سے پوچھا جائے گا تم نے اس پیغام کو، اس امانت کو اپنے دور کے تمام بندگان خدا تک پہونچایا کہ نہیں پہونچایا۔ لوگوں سے

پوچھا جائے گا تو کہیں گے ہمیں نہیں معلوم۔ امت سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری ذمہ داری تھی تم کیا کر رہے تھے کوئی جواب اگر اس کا نہیں ہوگا تو وہ پکڑے جائیں گے آخرت میں۔ وہاں کوئی نعرہ کوئی جوشیلی تقریر، اور کوئی مسجع ومقفع مقالہ کام نہیں آئے گا۔

حضرات پھر سلسلہ کلام آگے بڑھتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ ھُوَ مَوْلٰکُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ (سورۃ الحج: ۷۸) پس تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ سے چمٹ جاؤ۔ یہ کام بہت بڑا ہے اس کی ذمہ داری کے بوجھ تلے احساس ہو تو آدمی جب جائے خیال کرے تو کانپ جائے۔

نماز تمام حقوق الٰہی کی نمائندہ ہے اور زکوٰۃ تمام حقوق العباد کی۔ آج ہمارے یہاں سارا زور اللہ کے حقوق کی ادائیگی پر ہوتا ہے لیکن بندوں کے حقوق کو ہم نے عرصوں سے دین سے خارج کر رکھا ہے۔ کیا ہمیں بندوں کے حقوق میں کوتاہی سے قیامت کے روز مفلس وقلاش ہونے کا ڈر نہیں لگتا۔ کیا آج ہم اپنے والدین کا، بھائی بہنوں کا اور دیگر اعزہ واقارب کا حق ادا کرتے ہیں۔ حق کی ادائیگی کی بات تو دور کی ہے حق شناسی کے بغیر حق کی ادائیگی کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔

واعتصموا باللہ: اور اللہ سے چمٹ جاؤ۔ اللہ کی نصرت ورحمت تمہارے شامل حال ہوگی جب تم اللہ سے چمٹ جاؤ گے۔

"فنعم المولٰی ونعم النصیر" وہی تمہارا بہترین مولٰی اور بہترین مددگار ہے بھائیو! اللہ تعالٰی نے اس امت خیر کو امت خیر بنانے سے پہلے اس کے ایک ایک فرد کو خیر سے بھر دینے کے لئے کہا۔ اس کے لئے کیا ہدایت دی ملاحظہ فرمایئے۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (سورۃ آل عمران: ۱۰۲)

اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ صرف ڈرنا نہیں بلکہ اس طرح سے ڈرو جو ڈر رب دو جہاں کے شایان شان ہو۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (سورۃ آل عمران، ۱۰۳۔

اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور تفرقہ میں نہ پڑو کتنی واضح ہدایات ہیں ان ساری ہدایات کو ہم نے کہاں چھوڑ دیا ہے۔ کہاں رکھ چھوڑا ہے اور ہماری عملی زندگی کس طرح کی ہے جو دین کو نہیں جانتے نہیں جانتے۔ جو جانتے ہیں ان کا کیا حال ہے۔ گروہی عصبیتوں مسلکی تعصبات، جماعتوں کے تعصبات، نسلی تعصبات خاندانی عصبتیں، پھر طبقاتی تقسیمیں اور سارے امتیازات یہ سب کے سب موجود اور پھر امت واحدۃ۔ اور اب یہ آیت تو صرف پڑھنے کیلئے رہ گئی ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔ (سورۃ الحجرات: ۱۳)

اللہ اللہ۔ ملت اسلامیہ کو آج بہت ہی سنجیدگی کے ساتھ سوچ کر یہ فیصلہ کرنا ہے کہ آخر وہ کرنا کیا چاہتی ہے۔ اور جانا کہاں چاہتی ہے اور اسے کرنا کیا ہے۔ بہت ہی صاف اور واضح طور پر وہ ان سوالات کا سامنا کرے اور ایک واضح فیصلہ کرے اور اپنے آپ کو اس کام میں لگادے۔

دوسری بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک واضح مقصد اور نصب العین اگر سامنے ہوتا اور ہو تو ہم چاہے جس میدان میں بھی ہوں ان شاء اللہ ہماری صفوں میں ہم آہنگی اور یکجہتی آسکتی ہے اور آئیگی

اسکے بغیر ہی اتحاد کا نعرہ لگانا اور اسکے لئے سعی و جہد کرنا لاحاصل ہے۔

دوستوں اور بزرگوں کیا ہند میں ہماری تشریف آوری کا مقصد صرف یہ تھا کہ تاج محل اور لال قلعہ کی تعمیر کی جائے۔ اس ملک میں ہم کچھ طالع آزما بادشاہوں کے ساتھ آئے جنہیں صرف اپنی سرحدیں وسیع کرنی اور اپنا اقتدار اور اپنا حکم چلانے کی فکر دامن گیر تھی۔ چنانچہ وہ یہاں ایک ہزار برس رہے اور اس کا جو نتیجہ ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں یہ ہمارے ہاتھوں سے بوئے ہوئے بیجوں کی ڈالی ہوئی کھیتی ہے جو لہلہا رہی ہے۔ اس حقیقت کا سامنا کیجئے۔ شرمایئے نہیں۔ گھبرایئے نہیں یقیناً ندامت ہوگی۔ لیکن خدا کے سامنے ندامت کے آنسو بڑے قیمتی ہوتے ہیں ؎

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے　　قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

اب سے ہم خدا کے حضور نادم ہوں، آنسو بہائیں، اپنی غلطی کو محسوس کریں کتنی بڑی غلطی ہوئی، خدا کے دین سے اسکی راہ سے خدا کے بندوں کو بے خبر رکھا۔ یقیناً چند حق پرست علماء کرام اور صوفیاء عظام نے اس فریضہ کو انجام دیا لیکن بحیثیت امت ہمارا رول کیا رہا بادشاہوں کی تلواریں لئے لئے پھرتے رہے، انکی فوج میں لڑتے لڑتے زندگیاں گزاریں، بڑے بڑے تمغے سجائے، نواب اور جاگیردار بنے لیکن خدا کے بندوں کو خدا کا پیغام نہیں پہونچایا اور آج بیاسی کروڑ انسان خدا کے دین اور اسکی روشنی سے محروم ہیں اور بیندرہ کروڑ ایمان رکھنے والے　اس محرومی میں شریک اور اس محرومی کے ذمہ دار کتنا نازک مقام ہے یہ۔

دوستوں۔ ان تمام تعصبات اور غیر اسلامی احساسات کو اپنے اندر سے نکال لیجئے اور اپنے آپ کو اللہ کے آگے ڈال دیجئے۔ اور خدا کے بندوں کو خدا کی بندگی کی طرف بلایئے۔

بھائیوں اور دوستوں ہندوستان کے اندر یہ کام کرنا ہے۔ سمٹ کر نہ رہ جایئے، سکڑ کر نہ رہ جایئے۔ جوئے رواں بنئے، سیل رواں بنئے، بہتا دریا بنئے، ابر بہار اور ابر رحمت بنئے۔ اگر اپنے ہی بارے میں سوچتے رہے تو پھر آپ اپنے ہی کوزے میں ڈوب دیئے جائیں گے۔ نکلئے اپنے بارے میں، کائنات کے بارے میں، اپنے ملک کے بارے میں، سب کے بارے میں،

ہمیں سوچنا ہے سارے انسانوں سے ہمیں پیار ہے۔ خدا کی ساری مخلوق کو سینے سے لگا لیجئے۔ ان تک خدا کا پیغام پہونچا دیجئے۔ یہ وقت کی ضرورت اور کرنے کا کام ہے اور اس کا آغاز اپنے آپ سے کریں، اپنی ذات سے، اپنے خاندان سے اپنے معاشرہ سے۔ اپنے معاشرہ کو ایک اسلامی معاشرہ بنائیں آپ کا معاشرہ اگر اسلام کی ترجمانی کرنے لگے تو آپ اسکی قوت تسخیر کو جب دیکھئے گا تو اندازہ ہوگا کہ کس رفتار کے ساتھ اس کا اثر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

خطاب عام
۲۵ اکتوبر
بعد نماز جمعہ

مولانا محمد عنایت اللہ اسد سبحانی

اس انقلاب میں خواتین کا بھی حصہ ہے

بعد الحمد والصلوٰۃ۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں اس کرۂ ارض پر جو عظیم تاریخی انقلاب برپا کیا وہ انسانی تاریخ کا انتہائی حیرت ناک واقعہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ عظیم انقلاب کیونکر ممکن ہوا ؟

کیا یہ نورانی انقلاب صرف ابوبکر و عمر، عثمان و علی، حمزہ و خالد، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم اور انہی جیسے سرفروش مجاہدین کی قربانیوں اور جان بازیوں کا نتیجہ تھا کہ اس میں صنف نازک کا بھی کچھ خون جگر شامل تھا ؟ تاریخ بتاتی ہے کہ اس نورانی انقلاب میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی زبردست رول رہا ہے۔

تاریخ اسلام میں حضرت عمر بن خطاب کے زریں کارناموں سے کون انکار کرسکتا ہے ؟ اسلامی عظمت و شوکت کا آغاز ہی اس روز سے ہوتا ہے، جس روز حضرت عمر مشرف با سلام ہوتے ہیں مگر کیا کوئی اس بات سے انکار کرتا ہے کہ حضرت عمر کے دل میں اسلام کی عظمت بٹھانے والی ان کی بہن حضرت فاطمہ بنت خطاب ہی تھیں۔ اگر حضرت فاطمہ کا آہنی عزم و استقلال اور ان کی بے مثال جرأت ایمانی نہ ہوتی تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کاروان حق میں شامل ہونا انہیں کہاں نصیب ہوتا ؟

حضرت ربیع بنت معوذ ایک بزرگ صحابیہ تھیں وہ فرماتی ہیں۔

(ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں جاتے تھے۔ اسلامی فوج کو پانی پلاتے، ان کا ہاتھ بٹاتے اور شہیدوں اور زخمیوں کو اٹھا اٹھا کر مدینہ لاتے)

غزوہ خندق کے موقع پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عورتوں اور بچوں کو ایک ہی قلعہ میں اکٹھا کردیا تھا۔ یکایک آپ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا دیکھتی ہیں کہ ایک یہودی سپاہی اس قلعہ میں گھسنے کا راستہ تلاش کررہا ہے۔ وہ نکل کر فوراً

باہر آتی ہیں اور اس یہودی پر ایسا زوردار حملہ کرتی ہیں، کہ وہ وہیں ڈھیر ہوجاتا ہے اور پھر وہ اطمینان سے اس کا سرتن سے جدا کردیتی ہیں۔

حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا ایک جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ وہ جنگ یرموک کے موقع پر تنہا سات سات رومیوں کو مار گراتی ہیں۔ جب کہ رومی اسلامی فوج پر پیچھے سے حملہ کرنے کی کوششیں کررہے ہوتے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ اور حرم محترم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ جنگوں میں جاتی رہی ہیں۔

صحابیات کی سرفروشیوں اور جاں بازیوں کی داستانیں بیان کرنے کے لئے کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں گی۔ لہٰذا اختصار کے پیش نظر ہم بس ایک اور واقعہ یہاں بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

قادسیہ کے مقام پر رومیوں سے جو جنگ ہوئی تھی، اس میں مشہور صحابیہ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بھی اپنے چار چار جواں سال بیٹیوں کے ساتھ شریک تھیں وہ قادسیہ کے میدان میں اپنے جگر گوشوں کو جوش دلاتے ہوئے فرماتی ہیں۔

"اے جگر کے ٹکڑو ! تم خوشی خوشی اسلام لاتے ہو۔ خود اپنی خوشی سے تم نے ہجرت کی ہے۔ قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم سب ایک ہی باپ کے بیٹے ہو اور ایک ہی ماں کے جگر پارے ہو میں نے تمہارے باپ کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا، نہ تمہارے حسب کو گندہ کیا، نہ تمہارے نسب کو داغ دار کیا، تمہیں معلوم ہے کہ جو مسلمان کافروں سے جنگ کرتے ہیں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا ثواب عظیم تیار کر رکھا ہے۔

یہ جان لو ! وہ باقی رہنے والا گھر اس دار فانی سے کہیں بہتر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے وہ لوگو، جو ایمان لائے ہو، صبر کرو، صبر میں باہم سابقت کرو مورچوں پر ڈٹے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے تم فلاح یاب ہوگے)

چنانچہ جب صبح طلوع ہوتی تو بالکل سویرے اپنے مورچوں پر پہنچ جاتے ہیں۔

اور کچھار کے شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے اور رجزیہ گیت گاتے ہوئے ایک ایک کر کے آگے بڑھتے ہیں اور راہ خدا میں لڑتے ہوئے وہ چاروں شہید ہو جاتے ہیں۔

جب ان چاروں جگر گوشوں کی شہادت کی خبر اس تاریخ ساز ماں کو دی جاتی ہے تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہ تاریخی الفاظ سنے جاتے ہیں جو آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں: "حمد ہے اللہ کیلئے جس نے انہیں شہادت سے فائز کر میری عزت بڑھائی مجھے اپنے رب سے امید ہے اپنے جوار رحمت میں وہ مجھے ان سے ملائے گا۔"

گویا ان بزرگ صحابیات نے نہ صرف خود غلبہ اسلام کی اس عظیم جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا بلکہ غازیوں اور مجاہدوں کی زبردست فوجیں اسلامی قیادت کو فراہم کیں۔

اس موقع پر ہمیں سلطان صلاح الدین ایوبی کے وہ تاریخی جملے بے اختیار یاد آرہے ہیں جو اسلامی تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کئے جا سکتے۔

"تم مجھے مومن مائیں دو۔ میں تمہارے لئے بہترین امت فراہم کر دوں گا۔ تم مجھے خدا پرست مسلم مائیں دو، میں تمہارے لئے حق کی راہ میں جان لڑانے والوں کے لشکر کے لشکر تیار کر دوں گا۔"

معلوم ہوا جب تک خواتین کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام نہ ہو جب تک ان کے اندر اپنے دین کا صحیح فہم اور اپنے مذہب سے سچی محبت نہ پیدا ہو جب تک ان کے اندر یہ لگن اور یہ تڑپ نہ پیدا ہو جائے کہ انہیں اس زمین پر بس اللہ کے لئے ہی جینا اور اللہ ہی کیلئے مرنا ہے۔ جب تک یہ جوش و جذبہ قوم کی ماؤں کے اندر نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک محض مردوں کے بل پر کسی پائیدار صالح انقلاب کی امید نہیں کی جا سکتی۔

عہد رسالت میں صحابہ کے ساتھ ساتھ صحابیات کے اندر اسلام

کے لئے جو اتنی زبردست تڑپ کہ صحابیات نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اسلامی قیادت کے قدموں میں لاکر ڈال دیا۔ یہ تڑپ کوئی اتفاقی چیز نہ تھی جو یوں ہی ہو گئی ہو اس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات و دن جدوجہد کی تھی مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے اندر دین کا صحیح فہم اور دینی تقاضوں کا زبردست شعور پیدا کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا علم حاصل کرنے کی زبردست ترغیب بھی دی، اور عملی طور پر اس کے لئے بہترین انتظامات بھی فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حصول علم دین کو سب کے لئے ضروری قرار دیا چاہئے وہ عورت ہو یا مرد چنانچہ فرمایا۔

"علم حاصل کرنا فرض ہے ایک ایک مسلم پر" "ایک ایک مسلم" کا لفظ بالکل عام ہے۔ اس میں مسلم مرد بھی داخل ہیں اور مسلم عورتیں بھی۔

عملی طور پر اس کے لئے آپ نے جو مختلف انتظامات فرمائے تھے، وہ اپنی جگہ مستقل انتظام یہ تھا کہ مردوں اور عورتوں، سب کو یہ تاکید تھی کہ پنج وقتہ نمازیں وہ آپ کے ساتھ مسجد نبوی میں ادا کریں۔ تاکہ مسجد میں موقع موقع سے آپ کی طرف سے ہونے والی تذکیر و موعظت سے وہ پوری طرح فیض یاب ہو سکیں چنانچہ کچھ عورتوں کی طرف سے جب یہ شکایت موصول ہوئی کہ ان کے گھر والے انہیں مسجد میں آنے سے روکتے ہیں تو آپ کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور آپ نے یہ اعلان عام کر دیا۔

"اللہ کی بندیوں کو اللہ کے گھروں میں آنے سے مت روکو۔"

اس فرمان رسالت کی روح در اصل یہی تھی کہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی اس درس گاہ رسالت سے پوری طرح فیض یاب ہو سکیں۔

اس فرمان سے اسکی اہمیت اور اس کی تعلیم و تربیت کی عظمت اور بھی آشکارا ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ اگر یہ بات ذہن میں رہے کہ خواتین کے لئے مسجد میں

آنے کی یہ تاکید دراصل اسی تعلیم و تربیت کے پہلو سے تھی ۔ ورنہ عام حالات میں تو خواتین کے لئے مستحب یہی ہے کہ وہ اپنی نمازیں اپنے گھروں میں ہی ادا کریں

تعلیم و تربیت کے اس عمومی انتظام کے علاوہ الگ سے بھی آپ نے خواتین کی تعلیم و تربیت کا اہتمام فرمایا ۔ چنانچہ مشہور روایت ہے کہ ایک صحابیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ۔ انہوں نے عرض کیا ۔

" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو آپ کی باتیں سننے اور سیکھنے کا زیادہ موقع ملتا ہے لہذا ہمارے لئے ایک دن خاص کر دیجئے ، جس میں ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا فرمایا ہے وہ علم آپ ہمیں بھی سکھائیں آپ نے فرمایا ؛

" فلاں دن اکٹھا ہو جایا کرو "۔

چنانچہ اس متعین دن میں وہ ایک جگہ جمع ہو جاتیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس علم سے مالا مال فرمایا تھا وہ علم انہیں سکھاتے ۔

عورتوں کے ساتھ کچھ خاص مجبوریاں ہوتی ہیں ۔ جن کی وجہ سے وہ مسجد نبوی میں اتنی حاضری نہیں دے سکتی تھیں ۔ جتنی حاضری مرد دیتے اور دے سکتے تھے ۔ انہیں اپنی کمی اور محرومی کا شدت سے احساس ہوا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لئے مزید وقت خاص کرنے کی درخواست کی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ درخواست منظور فرمائی ۔

تعلیم نسواں کے لئے خصوصی اہتمام کے ضمن میں ایک روایت یہ بھی آتی ہے کہ آپ نے ام شفا نامی ایک خاتون کو متعین فرمایا کہ آپ کی ازواج مطہرات میں سے کسی کو وہ لکھنا سکھا دیا کریں ۔

دوسری روایت میں یہ بھی صراحت ہے کہ یہ زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ رض

رضی اللہ عنہا تھیں ۔

اس انتظام و اہتمام کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورتیں علمی میدان میں مردوں سے پیچھے نہیں رہیں ۔ بلکہ وہ ان کے شانہ بشانہ چلتی رہیں ۔

بلکہ بعض خواتین نے تو مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ۔ چنانچہ حضرت عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ :

" میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو فقہ کے علم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آگے ہو ، نہ ایسا کوئی شخص دیکھا جو شعر و ادب کے علم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آگے ہو "۔

دراصل صحابیات کے اندر یہی زبردست علمی بیداری تھی جس نے عہد رسالت میں اسلامی انقلاب کی منزل بہت قریب کر دی تھی ۔

پھر یہ چیز عہد رسالت کے ساتھ خاص نہیں ہے اس کے برعکس جب جب اسلامی انقلاب کے لئے کامیاب جدوجہد ہوتی ہے ، وہاں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کا بھی زبردست کردار نظر آتا ہے ساتھ ہی ساتھ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا زبردست اہتمام بھی نظر آتا ہے ۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے صلیبی طاقتوں سے جو تاریخی جنگیں لڑی ہیں ان جنگوں میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کی بھی زبردست شرکت نظر آتی ہے کیونکہ سلطان نور الدین زنگی کی بیوی نے اپنی رات دن کی تعلیمی و تربیتی جدوجہد کے نتیجہ میں عورتوں کے اندر کفر سے نفرت اور غلبہ اسلام کے لئے بے پناہ تڑپ پیدا کر دی تھی ۔ چنانچہ ملت کی ماؤں نے اپنے جگر گوشوں کو سلطان صلاح الدین ایوبی کے قدموں میں لا کر ڈال دیا ۔

تاریخ اسلام کے تابناک ماضی سے نکل کر جب ہم دور حاضر کی اسلامی تحریکات پر نظر ڈالتے ہیں تو یہاں بھی عورتیں مردوں سے پیچھے نظر نہیں آتیں ۔

ماضی قریب میں جب ہندوستان کے اندر تحریک خلافت کا غلغلہ بلند ہوا تو اس تحریک کے روح رواں مولانا محمد علی اور شوکت علی تھے۔ اور ان کے لہو کو گرمانے والی ان کی ماں تھیں، جو نہایت جوش کے ساتھ کہا کرتی تھیں۔

"جان بیٹا خلافت پہ دے دو"
بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

مولانا محمد علی کی ماں کے اس جملے نے نہ صرف محمد علی اور شوکت علی کو جوش وولولے سے سرشار کر دیا۔ بلکہ پورے برصغیر میں اس کی گونج سنائی دی ایک ایک بچے اور بڑے کے خون کو اس نے گرما دیا اور پوری ملت اسلامیہ کے سینوں میں اسلامی غیرت وحمیت کے بھٹیاں دہکنے لگیں۔

اس کے بعد ہندوستان کے اندر تحریک اسلامی قائم ہوئی اور مصر کے اندر تحریک اخوان المسلمین ان دونوں تحریکوں کی شاندار تاریخ رقم کرنے میں جہاں مردوں کا زبردست کردار رہا ہے وہیں خواتین کا اہم کردار بھی ناقابل فراموش ہے۔

روداد اجلاسِ عام

انیس احمد فلاحی

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا چھٹا اجلاس عام ۲۵ر اکتوبر ۱۹۹۶ء سے ۲۷ر اکتوبر ۱۹۹۶ء تک مادر علمی میں جاری رہا۔ اجلاس عام کے افتتاحی سیشن کا آغاز مولانا جاوید سلطان فلاحی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، ترانہ جامعہ کے بعد ناظم اجلاس مولانا مطیع اللہ صاحب فلاحی نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ آپکے بعد محترم امیر جماعت مولانا محمد سراج الحسن صاحب نے خطبہ افتتاحیہ پیش کیا جس میں آپ نے کردار سازی کی جانب توجہ دلائی کہ اسکے بغیر دعوت الی اللہ اور شہادت حق کے فریضہ کو کما حقہ انجام نہیں دیا جا سکتا ؎

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن
جو کام کہ انسان کا کردار کرے ہے

پھر صدر انجمن، مولانا رحمت الاثری فلاحی صاحب تشریف لائے اور آپ نے اپنا معلومات افزا خطبۂ صدارت پیش فرمایا۔ اخیر میں مولانا جلال الدین عمری صاحب نے صدارتی کلمات پیش کرتے ہوئے انجمن طلبہ قدیم کی خدمات کو سراہا اور جامعہ کے ساتھ انکے تعاون کا ذکر، تحسین آمیز کلمات میں کیا۔

دوسرا سیشن "افتتاحِ دارالاقامہ کلیۃ البنات" سے متعلق تھا جس کا آغاز مولانا محمد عنایت اللہ صاحب سبحانی کے خطبۂ استقبالیہ سے ہوا۔ آپ نے اپنے خطبہ میں خواتین وبچیوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور رسالت محمدی کے ابتدائی دعوتی دور میں خواتین کے غیر معمولی رول کا ذکر خاص طور سے کیا۔

مولانا محمد سراج الحسن صاحب نے اپنے خطاب میں تعمیرات اور دیگر سہولتوں کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کیا لیکن بتایا کہ اصل اہمیت جذبہ اسپرٹ

اور کارکردگی ہے۔ دیکھا یہ جائے کہ آپ نے جس مقصد کیلئے یہ کام کیا ہے وہ پورا ہو رہا ہے یا نہیں۔

اس سیشن کے مہمان خصوصی ڈاکٹر یوسف القرضاوی صاحب تھے، موصوف کسی معذوری کی بنا پر تشریف نہ لا سکے، لیکن جامعہ سے اپنے دیرینہ قلبی تعلق اور لگاؤ کی وجہ سے ایک طویل پیغام جامعۃ الفلاح کے فارغین و فارغات کے نام ارسال فرمایا جسکی ترجمانی استاذ محترم مولانا عبدالحسیب صاحب اصلاحی نے کی۔

موصوف نے اپنے پیغام میں مسلمانوں کے درمیان اتحاد و یگانگت اور یکجہتی پیدا کرنے کی جانب خصوصی توجہ دلائی۔ آپکے پیغام کے بعد، مہمانان گرامی ذمہ داران جامعہ، اساتذہ اور طلبہ دارالاقامہ "صفیہ منزل" کی جانب چلے۔ امیر جماعت اسلامی ہند مولانا محمد سراج الحسن صاحب کے متبرک ہاتھوں سے اس دارالاقامہ کا افتتاح ہوا۔

اجلاس عام کا تیسرا سیشن خطاب عام سے متعلق تھا شام ہی سے اطراف و جوانب کے مختلف گاؤں سے سامعین، ذوق و شوق اور جامعہ سے محبت کے جذبات کے ساتھ جوق در جوق پہنچنا شروع ہو گئے۔ آڈیٹوریم کھچا کھچ بھرا تھا۔ مائک پر نظامت کے فرائض جناب عبدالبر اثری فلاحی، صدر ایس، آئی، ایم نے بڑی خوش اسلوبی اور عالمانہ شان سے انجام دیئے۔ آپ نے سب سے پہلے جناب ولی اللہ سعیدی فلاحی، صدر ایس، آئی، او مشرقی یوپی اور رکن مرکزی شوریٰ ایس آئی او کو آواز دی۔ انہوں نے مسلمانوں کی موجودہ تعلیمی صورتحال اور نوجوان کے عنوان سے اپنی تقریری صلاحیت کا خوش آیند مظاہرہ کیا۔ انکی شعلہ بیانی سے سامعین بہت بہت محظوظ و متاثر ہوئے۔ خاص طور سے نوجوانوں میں انکی تقریر سے تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے کا جوش و جذبہ اور نیا

حوصلہ پیدا ہوا۔

پھر حضرت مولانا جلال الدین عمری صاحب مائک پر تشریف لائے موصوف جماعت اسلامی ہند کے نائب امیر برائے تربیت اور جامعۃ الفلاح کے ناظم اعلیٰ اور سہ ماہی تحقیقات اسلامی علیگڑھ کے مدیر ہیں، آپ کا موضوع تھا اصلاح معاشرہ، آپ نے اسلامی معاشرہ کے تاریخی ارتقا اور زوال کی داستان بڑے اثر انگیز اور دلگیر انداز میں بیان فرمائی اور معاشرہ کے استحکام کے خدوخال نمایاں کرتے ہوئے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا۔

آخر میں صدر مجلس اور مہمان خصوصی مولانا محمد سراج الحسن صاحب نے صدارتی کلمات پیش فرمائے۔ آپ نے کردار کی پختگی، اخلاق کی بلندی اور فضل و کمال کے حصول کو شہادت حق کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے لازمی شرط قرار دیا اور واضح انداز میں بتایا کہ یہ اولین فریضہ ہے جس کی ادائیگی کے بغیر امت خدا کی باز پرس سے نہیں بچ سکتی۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۹۶ء کی مصروفیات کا آغاز مولانا محمد عنایت اللہ صاحب سبحانی کے درس قرآن سے ہوا، اسکے بعد اس اجلاس کا مہتم بالشان سب سے قیمتی اور اہم سیشن یعنی "علوم اسلامیہ اور عصر حاضر" کے عنوان پر علمی سمینار کا آغاز ہوا اس کی مفصل رپورٹ آئندہ صفحات کی زینت ہے

سمینار کے اختتام پر مولانا مقبول احمد صاحب فلاحی نے متعدد قرار دادیں سنائیں جنکی تفصیلات اسی شمارہ میں ہدیۂ ناظرین کی گئی ہیں۔

سمینار کی دو مجلسوں کے بعد۔ نماز عصر کے فوراً بعد، انجمن طلبہ قدیم کے دفتر "انجمن ہاؤس" کا سنگ بنیاد رکھا گیا جس کی رسم محترم امیر جماعت نے ادا کی۔ اس سے پہلے مولانا ابواللیث ہال میں ایک پر وقار تقریب ہوئی۔

۲۷ دسمبر ۱۹۹۶ء کو تنظیمی نشست منعقد ہوئی جس کی مختصر روداد بھی اسی شمارے میں شامل ہے۔

اجلاس کا آخری پروگرام شامِ ادب تھا جو ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء کی شام کو زیرِ صدارت ڈاکٹر سید عبدہ الباری شبنم سبحانی، شروع ہوا۔ شامِ ادب میں ملک کے مختلف مقامات سے اسلام پسند شعراء تشریف لائے تھے۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے جناب شاکر تسلیمی صاحب آئے تھے گو آپ بہت اچھے غزل گو شاعر ہیں لیکن شاید علماء کرام کے احترام میں انہوں نے غزل سرائی سے احتراز کیا اور اپنے میٹھے، رسدار لہجے اور شستہ و شگفتہ الفاظ میں چند جملوں کے اندر وہ سب کچھ کہہ کے رخصت ہوئے جو بڑی بڑی تقریروں میں ہی کہا جاسکتا ہے اس شامِ ادب کی روداد استاذ محترم مولانا افتخار الحسن صاحب ندوی نے قلمبند کی ہے وہ بھی زیرِ نظر شمارہ کا جزء جمال ہے

آخرش ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو مختلف تجاویز، مشوروں اور قرار دادوں کے ہجوم میں یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا اور تمام مہمانوں کو نیلے رنگ کا ایک خوبصورت، قیمتی بریف کیس نذر کیا گیا۔ دراصل یہ بریف کیس ان تاثرات و احساسات کو باقی و تازہ رکھنے کی ایک علامت کے طور پر پیش کیا گیا جو دورانِ اجلاس دلوں میں پیدا ہوئے تھے۔ تاکہ یہ علامت ان تاثرات و احساسات کو مرئی روپ دینے کیلئے عملی اقدام پر ابھارتی رہے۔

سہ روزہ اجلاس کے دوران طالبات کے بھی متوازی پروگرام ہوئے جن میں قابلِ ذکر، طالبات کا تعلیمی مظاہرہ، "تعمیرِ معاشرہ اور خواتین" کے عنوان پر علمی سمینار، دارالاقامہ "صفیہ منزل" کا افتتاح اور فارغات کی تنظیمی نشست ہے۔ اسکی مفصل رپورٹ ان شاء اللہ اگلے شمارہ میں ہدیۂ ناظرین کی جائے گی۔

پہلی قسط

رپورٹ سمینار بعنوان "علوم اسلامیہ اور عصر حاضر"

اربابِ علم و دانش کا یکجا ہونا اور اپنے علمی تجربات و تحقیقات سے دوسروں کو بہرہ اندوز کرنا، طلبہ میں علمی ذوق و شوق پیدا کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ اس طرح کے سمیناروں سے طلبہ کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مختلف علوم و فنون میں کیا کیا کام ہوتے ہیں اور کون کون سے گوشے اور زاویے ابھی تشنہ ہیں جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے نیز اس سے مختلف مکاتبِ فکر کے اہلِ علم و قلم کے درمیان موجودہ دوری کی خلیج کچھ کم ہوتی ہے اور ایک دوسرے کے تجربات اور علم سے استفادہ کا رجحان بڑھتا ہے۔ اور اگر علمی سمینار اسی طرح ہوتے رہے تو یہ چیز دلوں کو جوڑنے اور ملت کے اوراقِ پریشاں کی شیرازہ بندی اور مختلف مکاتبِ فکر کے مفکرین اور دانشوروں کے درمیان اتحاد و یگانگت پیدا کرنے میں زبردست رول ادا کرے گی اور مدارس اسلامیہ کے اربابِ حل و عقد میں یہ جذبہ ابھارے گی کہ وہ اپنے نصابِ تعلیم سے جمود و تعطل کا عنصر چھانٹ کر نکالیں اور عصری حیویت کے عناصر سے بھی اس کا رشتہ جوڑ کر اسے اہل بنائیں کہ پھر یہ مدارس ملت کی صالح قیادت کے نمائندہ پیدا کرسکیں۔

علمی سمینار کے انہیں فوائد کے پیشِ نظر انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح اپنے ہر اجلاس عام کے موقع پر کسی برننگ ٹاپک پر علمی سمینار منعقد کرتی ہے۔ ۲۵ تا ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو منعقد کئے گئے اپنے اجلاس عام میں انجمن

نے "علوم اسلامیہ اور عصر حاضر" کے موضوع پر سمینار کا اہتمام کیا تھا
اس سمینار کا پہلا سیشن پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی صاحب کی صدارت میں ۲۶ ر اکتوبر کو آٹھ بجے صبح شروع ہوا، آغاز میں پہلے سیشن کے کنوینر ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی نے بڑا ہی جامع خطبہ استقبالیہ پڑھا جس میں مرکزی موضوع کی وضاحت اور اس کی غرض و غایت بیان کرنے کے بعد اس بات کی تلقین کی گئی تھی کہ، اسلامی علوم و فنون پر جو کچھ کام ہو چکا ہے اسی پر اکتفا کر لینا مناسب نہیں بلکہ آئندہ نئے ولولے اور نئے جوش و جذبہ کے ساتھ اس سے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ویسے تو تمام سیشنوں میں پڑھے جانے والے سبھی مقالات قیمتی تھے مگر بعض حضرات نے اپنے عنوان کے ساتھ پورا انصاف کیا تھا اور مقالہ کی تیاری میں بڑی جانفشانی اور محنت کی تھی مثلاً پہلے سیشن میں حکیم خالد الزماں صاحب (طبیہ کالج علی گڑھ) نے "طب اسلامی اور صحاح ہندوستان" کے موضوع پر جو مقالہ پیش کیا اس سے برصغیر میں طب اسلامی کے سلسلہ میں کچھ روشن راہیں کھلتی ہوئی نظر آئیں۔ موصوف کی رائے تھی کہ مسلمانوں نے طب یونانی میں اپنے ذاتی اکتشافات و تجربات کا اتنا زیادہ اضافہ کیا ہے کہ اب اسے طب اسلامی کا نام دینا ہی زیادہ مناسب ہے۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی صاحب نے "اسلامی معاشیات" پر ایک ٹھوس مقالہ پڑھا اور بتایا کہ اسلامی نظریہ معیشت محض نظریاتی چیز نہیں بلکہ ایک قابل عمل چیز ہے اور مستقبل ان شاء اللہ اسلامی معیشت ہی کا ہوگا۔

علوم حدیث اور عصر حاضر اردو زبان کے تناظر میں" مولانا محمد طاہر مدنی صاحب کا نہایت ٹھوس، جامع، پرمغز اور معلومات افزا مقالہ تھا۔ آپ نے حدیث کے سلسلہ میں اردو زبان میں ہونے والے کام کا جائزہ لیا۔ آپ کے پیش کرنے کا انداز کچھ ایسا موثر اور مسحور کن تھا کہ حدیث سے قلبی لگاؤ رکھنے والوں کی باچھیں کھل اٹھیں۔

نوجوان مقالہ نگار ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی نے "عصر حاضر میں تفسیر و علوم قرآنی میں ہندوستانی علما کی خدمات عربی تناظر میں" پیش کر کے سامعین کی معلومات میں اچھا خاصا اضافہ کیا۔ آپ کے مقالے سے برصغیر میں ہونے والی خدمت علوم قرآنی کا ایک سنہرا خاکہ گھوم گیا اور اس ضمن میں اپنے وطن کی قدر و منزلت مزید بڑھ گئی۔

ڈاکٹر عبدالمتین صاحب (علیگڑھ) نے "بعض انگریزی خود نوشتوں کا تذکرہ اسلامی تناظر میں" کے عنوان پر ایک وقیع مقالہ انگریزی زبان میں پیش کیا جس سے ماضی قریب میں انگریزی داں مسلم دانشوروں اور مفکرین کی خدمات اور کارناموں کی تفصیلات معلوم ہوئیں۔

ڈاکٹر عبدالباری سبحانی نے "جدید ہندوستان اور اسلامی ادب" نامی اپنے مقالے میں ادب اسلامی کے ارتقاء کا بھرپور جائزہ پیش کیا اور بتایا کہ حالی و اقبال کے بعد ایک طویل عرصہ تک ادب اسلامی تنزل و انحطاط کا شکار رہنے کے بعد آج پھر مسلسل ترقی پذیر ہے اور اسکی مقبولیت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ اور ان شاء اللہ العزیز آنے والے ایام میں ادب اسلامی ہندوستانی معاشرتی زندگی پر گہرا اور انمٹ نقوش چھوڑے گا۔

محمد صلاح الدین عمری صاحب کا مقالہ "ہندوستان میں عربی سیرت نگاری" بھی کافی وقیع اور معلومات افزاء تھا البتہ موصوف کی یہ رائے محل نظر ہے کہ ہندوستان میں سیرت نگاری کا جو کام ہوا ہے وہ عالم عرب میں سیرت پر ہوئے کام سے بھی زیادہ عمدہ ہے کیونکہ ہندوستانی سیرت نگاری عالم عرب ہی سے مستعار ہے۔

پہلے سیشن کے تمام مقالات پڑھے جا چکے تو سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا متعلقہ مقالہ نگاروں نے اپنے مقالہ پر اٹھائے گئے نکات کی وضاحت کی۔ آخر میں صدر مجلس پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی صاحب نے ان مقالات پر بصیرت افروز تبصرہ کیا، اور محققین اور اسکالروں کو اپنی خود احتسابی کی جانب توجہ دلائی۔

طلبہ کا تعلیمی مظاہرہ

انیس احمد فلاحی

ہر دو سال کے اعادے سے منعقد ہونے والا انجمن طلبہ قدیم کا اجلاس عام اپنے ارتقائی مراحل کے تاریخی تسلسل کی کڑیوں کو باہم مربوط رکھنے کا ایک تجرباتی عمل ہے۔ اس میں شریک ہونے والے ابنائے قدیم اور دیگر مندوبین ماضی کے متعین کردہ خطوط و نشانات کی روشنی میں طلبہ کے تعلیمی اکتسابات و تقدمات کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ طلبہ کے اندر کس قسم کے فکری رجحانات پرورش پا رہے ہیں انکی عملی حیات کے دائروں کی وسعتیں کتنی ہیں۔ انکے عزائم اور حوصلوں کے آفتاب کس افق کی تلاش میں ہیں۔ تاکہ یہ جائزہ دلوں میں یقین کا یہ نور پیدا کر سکے کہ منزل کیلئے روز اول جس جہت میں ہم نے پہلا قدم اٹھایا تھا اسی جہت پہ مسلسل رواں دواں ہیں قافلے گو بدلتے رہے لیکن جادہ وہی ہے اور منزل بھی وہی۔

اس حیثیت سے دیکھا جائے تو یہ اجلاس عام وہ جرس کارواں ہے جو ذوق سفر کو تازہ و بیدار رکھنے، دلوں کی گرمی اور حوصلوں کی قوت کو برقرار رکھنے کا کردار ادا کرتا ہے اور متعینہ خطوط میں کہیں کوئی کجی آئی تو بڑھ کر اس کے ازالہ و اصلاح کا موقعہ فراہم کر دیتا ہے کہ۔

غلط روی سے منازل کا بعد بڑھتا ہے   مسافرو روش کارواں بدل ڈالو۔

۲۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو طلبہ کے تعلیمی مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا تھا حافظ خبیب کاظمی کی تلاوت کلام پاک سے یہ پروگرام شروع ہوا۔ نعمان بدر اور ان کے ساتھیوں کے ترانہ جامعہ کے پڑھنے کے بعد ضمیر الحسن متعلم عربی ہفتم نے

جمعیۃ الطلبہ کا تعارف پیش کیا، پھر متعدد چھوٹے بڑے طلبہ نے اردو، ہندی عربی اور انگریزی زبانوں میں تقریریں کیں اور نظمیں پڑھیں، ہم بطور نمونہ تین تقریروں کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

عنایت اللہ متعلم عربی پنجم نے اردو میں بعنوان "دور جدید کا چیلنج اور ہمارے نوجوان" اپنی تقریری صلاحیت کا مظاہرہ کیا اور بتایا کہ: باطل افکار و نظریات کی یورش و یلغار ہمارے لئے اصل خطرہ نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام جیسے ہمہ گیر اور عالمگیر مذہب کے سامنے مغرب کی وہ تہذیب بجوزہ کیا کھڑی ہو سکتی ہے جو زندگی کے مسائل اور گتھیوں کو سلجھانے میں عاجز و بے بس ہے ہمارے لئے اصل چیلنج ہمارے نوجوانوں کا اپنے مقام و منصب کو فراموش کر دینا اور انکے دلوں سے احساس زیاں کا نکل جانا ہے۔ لہٰذا اے تابناک ماضی کے امینو اپنے اندر مردانہ صفات پیدا کرو اور پہاڑوں سے ٹکرا جانے، اور دریاؤں کے رخ کو پھیر دینے کا عزم و حوصلہ لیکر اٹھو اور ایک بار پھر دنیا کو عدل و آشتی اور انصاف و مساوات کی نعمت و دولت سے ہمکنار کر دو۔

صغیر احمد متعلم عربی پنجم نے "لا سبیل الا الاسلام" کے موضوع پر داد خطابت دیتے ہوئے بتایا کہ دنیا تمام ہی نظامہائے حیات کا مزہ چکھ چکی خواہ وہ اشتراکی ہو یا سرمایہ داری، جمہوریت ہو یا قومیت، انکے تلخ نتائج سے دنیا سسک رہی ہے۔ یہ تمام ہی نظامہائے حیات امن و سکون کی فراہمی، عدل و انصاف کو عطا کرنے نیز سماجی و اقتصادی ہم آہنگی کو پیدا کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔ اخلاق فاضلہ اور آداب حسنہ کی آبادی میں انکی ناکامی تو عیاں را چہ بیاں کے مصداق ہے۔ زندگی کے ان لاینحل مسائل اور مشکلات کو حل کرنا صرف اس دین اسلام ہی کے بس کی بات ہے جسکی بنیاد عدل و انصاف اور سماجی مساوات پر قائم ہے۔

اشتیاق عالم متعلم عربی پنجم نے عربی زبان میں تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ اسلام ہی وہ دین واحد ہے جو مادیت اور روحانیت کے درمیان ایسا حسین امتزاج پیش کرتا ہے کہ اس سے مکان کی ترقی کے ساتھ ساتھ مکینوں کے دلوں کو سکون و راحت اور اطمینان بھی بدرجہ اتم نصیب ہوتا ہے۔ اور تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جب جب مسلمانوں نے اپنے دین کی نصرت کی اللہ تعالیٰ نے انھیں غلبہ و اقتدار عطا فرمایا۔ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے اور خصوصاً جامعۃ الفلاح کے طلبہ پر یہ فرض زیادہ عائد ہوتا ہے کہ ایک بار پھر ہم لوگوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اسے وحدہ لاشریک کی بندگی میں، دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت میں اور مذاہب کے ظلم و ناانصافی سے اسلام کے عدل و انصاف میں لے آنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔

پروگرام کے آخر میں، محترم مولانا نعیم صدیقی صاحب کی مشہور نظم "ایک سوال چار جواب" کے مرکزی خیال پر طلبہ نے ڈرامہ کچھ ایسے حسین و دلربا انداز میں پیش کیا کہ جہاں انسانیت کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے میں نظامہائے باطل کی عاجزی و درماندگی مرقع روپ میں سامنے آئی وہیں اسلام کے نظام عدل اور دین رحمت ہونے کی بھرپور تصویر بھی سامنے آگئی اور یہ احساس و اندازہ ہوا کہ عصری میڈیا کے مختلف وسائل سے دعوت و تبلیغ کے کاموں کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جائے تو بڑی کامیابی مل سکتہ

افتخار الحسن عشر

شام ادب

مشاعرے ہماری تہذیبی روایات کا جزو خوش جمال رہے ہیں، یہ اور بات ہے کہ تیز دھوپ برساتے ہوئے حالات و وقت کے سورج نے کبھی کبھی اس کا چہرہ تپش زدہ کر دیا، بالخصوص سیاسی اغراض کی تحریک سے منعقد ہونے والے مشاعروں کے رواج اور عصبی تنافر کے مزاج نے اس کی بساط گل کو کانٹوں سے بھری ایسی شاخ میں تبدیل کر دیا جس کا ہر گلاب جھڑ چکا ہو، ورنہ یہ مشاعرے بزم ادب کہے جاتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ادب و تہذیب کی جلوہ گاہیں تھیں جہاں صرف ذوق کی تسکین ہی نہیں اس کی تعمیر بھی ہوتی تھی اور تہذیبی شعور کو تکمیل کی نئی راہیں اور نئے گوشے ملتے تھے۔ اسی کے دوش بدوش ہماری زبان کی بقا و ترقی رسم و رواج کی آبیاری اور وجدان و احساس کی تربیت کا وسیلہ تھے، ان شاعروں میں انسان کی بصیرت کے نئے افق ابھرتے ہیں، اسکے انداز و احساس میں شائستگی پیدا ہوتی ہے وہ یہاں پرانی سے پرانی چیزوں کا نیا چہرہ دیکھتا ہے اور شاعروں کے جمالیاتی تصور کی دنیا میں پہنچنے کے بعد جب واپس لوٹتا ہے تو اپنے آپ کو بدلا ہوا محسوس کرتا ہے۔

اردو ادب کی تاریخ میں سب سے پہلے حالی و اقبال نے شاعری کو بے مقصدیت کے جال سے نکال کر اسے حدیث دلبراں سے صحیفۂ حیات و کائنات بنایا، لیکن اردو ادب کی تاریخ کا یہ ایک الم انگیز ادبی حادثہ ہے کہ حالی و اقبال نے مقصدیت کا جو علم بلند کیا تھا، اس کی نمائندگی کا بیڑہ ترقی پسند

گروہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا حالانکہ ترقی پسند گروہ میں ایک فرد بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جو اپنے افکار و خیالات اور معتقدات و اعمال میں حالی واقبال کا ہم رنگ و ہم خدنگ ہو، اس کے باوجود بھی یہ گروہ خود کو حالی واقبال کا نمائندہ ہی کہتا اور باور کراتا رہا نتیجہ یہ ہوا کہ حالی واقبال کی اسلامی مقصدیت کو انہوں نے کمیونزم کی معاشی مقصدیت کا طوق پہنا دیا اور ادب و شاعری سے اسلام کا رشتہ کمزور پڑتا گیا اور ٹوٹ گیا۔ بالخصوص شاعری کی مقصدیت صرف سرمایہ دارانہ یا جاگیردارانہ ظلم و استحصال کی تنقید و بیخ کنی کے دائرے میں محدود ہو کے رہ گئی۔

اللہ بھلا کرے ادارہ ادب اسلامی کے ذمہ داروں کا کہ انہوں نے ادب کی اس رسوائی کو محسوس کیا اور حیوانی ضروریات اور معاشی اغراض کے دائرے میں مقید مقصدیت کو اسلامی یا انسانی شرف و فضیلت سے ہمکنار کیا اور ایسے اسلام پسند شاعروں کا ایک جتھا تیار کیا جو ترقی پسند شاعروں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر شاعری کے جمال و کمال کی داد دے سکتا ہے۔

ایسے ہی اسلام پسند شاعروں پر مشتمل ایک بزم مشاعرہ جامعۃ الفلاح میں منعقد کی گئی جس کا اہتمام انجمن طلبہ قدیم نے کیا تھا، اسی مشاعرے کی یہ روداد ہے جو قارئین حیات نو کی نذر کی جا رہی ہے تاکہ وہ بھی اس سے لطف اندوز ہو سکیں اور شاعری کے اس چہرے کو دیکھ سکیں جو اسلامی تقدس و تطہیر کے غازہ سے نکھر کر گلاب گلاب ہے۔

سب سے پہلے جامعۃ الفلاح کے فارغ التحصیل معتبر شاعر جبرائیل امین کو دعوت سخن دی گئی، وہ تشریف لائے اور آغاز ہی میں وہ بات کہہ کے جذبات میں آگ لگا دی جو موقعہ اختتام میں کہی جانے کے لائق تھی۔ انہوں نے اپنا ساغر ترنم اچھالا تو یہ نغمہ بلند ہوا۔

نہ یہ رنگ و نور کی جلوتیں — نہ یہ خانقاہ کی خلوتیں
جو دلا دے گمشدہ عظمتیں — اسی راہبر کی تلاش ہے

اس حقیقت پر تاریخ گواہ ہے کہ عظمت رفتہ نہ کسی صاحب کرامات کی نظر سے حاصل ہوئی تھی نہ عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے کسی کجکلاہ کی کجکلاہی سے، آج تک کوئی صاحب خانقاہ کسی لشکر سے نہ وہ برسر پیکار ہوا اور نہ اس کو شکست دی، پھر عظمت رفتہ کی بازیابی کے لئے اس خانقاہی نظام سے توقعات وابستہ رکھنا دانشمندی کی بات نہیں ہوگی ———
شاعر نے کس چابکدستی سے عظمت رفتہ کی یاد تازہ کی ہے پھر دلوں میں اس کی بازیابی کی آرزو کو جگا کر اس خانقاہی نظام پر کتنا بے اماں حملہ کیا ہے جو تسبیح کے دانوں سے دشمن کی گولیوں کا مقابلہ کر کے اسے مفتوح بنانا چاہتا ہے۔

اس کے بعد مہمان شاعر شوق مرادآبادی کو آواز دی گئی وہ تشریف لائے تو ان کے کلام کی بلاغت نے ترنم کی سحرکاری سے مل کر شاعری کا ایسا جادو چلایا کہ پوری محفل اسیر بے دام ہو گئی آپ بھی لطف لیجئے۔

میں نے دشمن کو آخر تھکا ہی دیا — مسکراتا رہا اس کے ہر وار پر

اس شعر کا اسلوب تشبیہ و استعارے سے آزاد ہے اور براہ راست بھی پہلا مصرعہ سامع کو جس ردعمل سے دوچار کرتا ہے دوسرا مصرعہ اس کے بالکل برعکس تاثر پیدا کرتا ہے۔ اس تضاد و تخالف سے شاعر نے بات میں لطیف طنز کا پہلو نکال لیا ہے۔ یہ ادا بندی کا اچھوتا انداز ہے جس سے سامعین بہت بہت محظوظ ہوئے اور اس شعر کو بار بار پڑھوا کر سنتے اور لطف اندوز ہوتے رہے۔

اسی شاعر کا یہ شعر اسلامی اقدار کے تقدس کی کیسی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔

جسم ہو جائے چھلنی تو پروا نہیں — لگ نہ جائے کہیں داغ کردار پر

ترقی پسندوں کے یہاں جبر وظلم سے نبرد آزما ہونے کی دعوت تو ملے گی، لیکن کردار کی چھلکتی ہوئی چاندنی کا یہ منظر نہیں مل سکے گا۔

مشاعرے میں شریک ہونے والے ایک نوعمر و جواں سال شاعر منظر اعظمی نے داد سخن دی تو انکی فکری سلامت روی کو دیکھ کر آنکھوں میں امید کے چراغ جل اٹھے کہ طالب علمی کے ایام میں کہے جانے والے یہ اشعار اتنی فکری سلامت روی سے آئینہ دار ہیں تو کل مستقبل کے ہاتھوں تراش تراش کر اس کا بانکپن کتنا دلگیر ہو جائیگا۔

شعر ملاحظہ فرمائیں۔

یہ تو سچ ہے کہ وہ ستمگر ہے   پاس آیا ہے تو اماں میں رکھ

پھر اس شعر کے پیچھے تڑپنے والے تجربے کی پختگی دیکھئے۔

مرنے اور آنے والے ہیں   تیر اپنا ابھی کمان میں رکھ

اس کے بعد متعدد شعراء کو دعوت سخن و شعر دی گئی لیکن افسوس انکے اشعار ریکارڈ نہ ہو سکے اور حافظہ بھی اپنی کوتاہی سے ان کے کچھ اشعار محفوظ نہ رکھ سکا۔ البتہ تابش مہدی کے بعض اشعار کے قمقمے ذہن میں اب تک جگمگا رہے ہیں اور وہ خاص کیفیت بھی ذہن میں ابھی تازہ ہے جو ان کے ترنم سے مشاعرے کی فضا میں پیدا ہو گئی تھی۔

تابش کی شاعری یوں تو بالکل سادہ اور بے تکلف ہے لیکن سادہ اور بے تکلف انداز و اسلوب میں اس نے معنویت کے جو دیپ نگر دریافت یا آباد کئے ہیں وہ اس کی شاعرانہ عظمت کی روشن دلیل ہیں، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اگر تابش کا ادبی سفر یوں ہی جاری رہا اور وہ معتکف ادب و شاعری ہو کر اسی حوصلے سے آگے بڑھتا رہا تو وہ دن بہت قریب دکھائی دیتا ہے جب تحریک اسلامی کے بزرگ شاعروں میں اس کا نام سر فہرست

ہوگا۔ انہوں نے مشاعرے میں جو غزل سنائی اس کے بعض اشعار پیغمبرانہ کردار کی نمائندگی کی بہترین مثال ہیں۔

ہم کو خبر ہے شہر میں تیرے سنگ ملامت ملتے ہیں   پھر بھی تیرے شہر میں آنا کتنا اچھا لگتا ہے

یہ شعر کچھ وہی وارفتۂ محبت کہہ سکتا ہے جو تسلیم و رضا کی شراب کہن سے اس درجہ مخمور و مسرور ہو چکا ہو کہ پتھروں کی بارش میں بھی اسے لذت و سرور کی کیفیت حاصل ہو ـــ جو لوگ دعوتِ دین کے میدان میں کام کرنے کا تجربہ رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ سنگ ملامت کھانے کے بعد ہی پتھر کے دل موم ہوتے ہیں اور دعوت کی راہیں نکلتی ہیں ـــــ میں نے جب یہ شعر اس کے دل نواز ترنم کی لے میں سنا تو ایسا لگا کہ طائف کی گلیاں مجھے آواز دے رہی ہیں کہ اس پیغمبرانہ اسوہ کو شعری قالب میں ڈھالنے والا وہی ہو سکتا ہے جو پہلے اس کو اپنے فکر و احساس میں پوری طرح جذب کر کے اس کا عملی اظہار و اقدام بھی کر چکا ہو۔

افسوس ابھی اچھے شاعروں کی بڑی تعداد باقی ہے۔ لیکن ہمارے ریکارڈ میں انکی شاعری کی آواز محفوظ نہ ہو سکی اس لئے ہم اتنے ہی پہ اکتفا کرتے ہوئے معذرت خواہ ہیں۔

تنظیمی نشست

سہ اجلاس عام کے موقع پر ایک تنظیمی نشست کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ ممبران کی تجاویز اور مشوروں پر غور و فیصلہ، باہمی احتساب، نیز میقات رواں کے لئے انتخاب تو جیسے اہم امور انجام پا سکیں۔

۲۸ اکتوبر ۹۶ء کو دس بجے صبح مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی صدر انجمن کے زیر صدارت یہ نشست شروع ہوئی۔ کنوینر کے فرائض، سکریٹری انجمن مولانا عمران احمد صاحب فلاحی نے انجام دیئے۔

باہمی احتساب کی کارروائی کے بعد مختلف تجاویز اور مشوروں پر غور کیا گیا اور وقت کی قلت کی وجہ سے کوئی فیصلہ نہ ہو سکا البتہ ممبران کی تعداد میں اضافہ کی وجہ سے ارکان شوریٰ کی تعداد دس سے بڑھا کر پندرہ ۱۵ کر دی گئی۔

اس نشست کی دوسری میٹنگ بعد نماز ظہر مولانا رحمت اللہ اثری صاحب فلاحی کے زیر صدارت شروع ہوئی۔ مولانا نسیم احمد غازی صاحب فلاحی کی "طریقۂ انتخاب" کے سلسلہ میں مختصر نصیحت کے بعد انتخاب کا کام انجام پایا۔ محترم مولانا رحمت اللہ اثری صاحب نئی میقات کے دوبارہ صدر منتخب ہوئے اور درج ذیل افراد شوریٰ کے رکن چنے گئے۔

۱۔ مولانا ابوالمکارم صاحب (دہلی)، ۲۔ مولانا نسیم احمد غازی صاحب (دہلی)، ۳۔ مولانا نور محمد صاحب (جامعہ زمزم سولیپور)، ۴۔ محترم مشرف حسین صاحب (دہلی)، ۵۔ محترم عبدالبر اثری صاحب (دہلی)، ۶۔ محترم جاوید اشرف صاحب (مئو)، ۷۔

محترم ادہم علی صاحب (ممبئی)، ۸۔ محترم انصار احمد صاحب (بلریا گنج)، ۹۔ محترم انیس احمد صاحب (جامعہ نصیر پور)، ۱۰۔ محترم مقبول احمد صاحب (گورکھپور)، ۱۱۔ محترم عبیداللہ فہد صاحب (علیگڑھ)، ۱۲۔ محترم عبدالعزیز سلفی صاحب (دہلی)، ۱۳۔ محترم محبوب عالم صاحب (جامعہ بلریا گنج)، ۱۴۔ محترم اظہار احمد (جامعہ بلریا گنج)، ۱۵۔ محترم ابو تور صاحب (علیگڑھ)

بعد میں شوریٰ نے اپنی میٹنگ میں مولانا نور محمد صاحب فلاحی کو سکریٹری اور مولانا عبدالعظیم صاحب کو خازن منتخب کیا اور چونکہ ارکان شوریٰ کا انتخاب جنرل باڈی کرتی ہے اس لئے مولانا نور محمد صاحب کے سکریٹری بن جانے کے باوجود بھی انکی جگہ خالی قرار نہیں پائی۔ ـــ کیونکہ عزل و انتخاب کا حق جنرل باڈی ہی کو حاصل ہے۔

بقیہ: خطبہ صدارت

تو نا امیدی اور مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

محترم صدر مجلس جناب مولانا محمد سراج الحسن صاحب، مہمانان گرامی فلاحی برادران، سامعین کرام اور عزیز طلبہ میں آپ تمام لوگوں کا پھر ایک بار بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام لوگوں کو ان باتوں میں جو مفید باتیں ہوں ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کوتاہیوں سے درگذر فرمائے۔ آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح بلریاگنج اعظم گڈھ
کے
چھٹے اجلاس عام منعقدہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ راکتوبر کے موقع پر

منظور شدہ قرار دادیں

دعوت دین اور مدارس اسلامیہ

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا چھٹا اجلاس عام منعقدہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ راکتوبر ۹۲ء مدارس اسلامیہ کی ان گراں قدر خدمات کو بہ نظر تحسین دیکھتا ہے جو فروغ دین اور اشاعت اسلام کے تعلق سے ہوتی رہی ہیں۔ یہ مدارس اسلام کے وہ مراکز ہیں جن سے ناموس اسلام کی حصانت وابستہ ہے، ارباب مدارس نے دعوت دین کو ان مدارس کا بنیادی مقصد قرار دیا ہے۔ بایں ہمہ اجلاس کا یہ احساس ہے کہ مدارس دینیہ ــــ فی الوقت اس اہم ذمہ داری کی جانب وہ توجہ نہیں دے پا رہے ہیں جو اس فریضے کا حق ہے۔

بالخصوص آج جبکہ باطل قوتوں کی طرف سے شعوری طور پر ایک منظم عالمی سازش کے تحت اور اسلام اور تعلیمات اسلامی کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا، بندگان خدا کو نظام خداوندی سے برگشتہ کرنا، مستحدہ ہدف بنایا جا چکا ہے، یہ اجلاس عام وقت کی ایک اہم ترجیحی ضرورت کے طور پر اس امر کو پیش کرتا ہے کہ وابستگان مدارس دینیہ کو حسب سابق اسلام اور اسلامی تعلیمات کو مثبت اور مدلل طور پر عوام الناس

کے سامنے پیش کرنے کے لئے منصوبہ بند کوششیں کرنی چاہیے۔

مسلمانوں کی بے عملی کو دور کرنے کے لئے اصلاح معاشرہ کی کوششیں تیز تر کی جائیں، برادران وطن تک اسلام کے حیات افزا پیغام کو مؤثر انداز میں پیش کیا جائے، اسلام پر ہونے والے بے جا پروپگنڈے کا حکمت کے ساتھ جواب دیا جائے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کی جائے۔

اجلاس کی نظر میں یہ کام جہاں ایک دینی فریضہ ہے، وہیں مختلف ملکی اور ملی مسائل کا حل بھی ہے اور مختلف مدارس اور مکاتب فکر کے درمیان تعاون وارتباط کا مؤثر ذریعہ بھی ہے۔

ارتباط بین المدارس

انجمن طلبۂ قدیم کی روز اول سے یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ مدارس دینیہ کے درمیان باہمی تعاون اور ارتباط کا جذبہ فروغ پائے، اجنبیت اور معاصرت کے منفی اثرات سے بالاتر ہو کر اشاعت علوم اسلامیہ اور مخالف قوتوں کے مقابلے کے لئے مشترکہ لائحہ عمل ترتیب پائے۔

انجمن کا یہ اجلاس عام اس پہلو سے یک گونہ اطمینان کا اظہار کرتا ہے کہ ماضی کے مقابلے میں فکر ونظر میں وسعت آئی ہے اور کئی اہم مواقع پر ان مدارس کی جانب سے اتحاد ویگانگت کا مظاہرہ بھی کیا گیا ہے۔

"تاہم یہ اجلاس عام اس رخ پر مزید تیز رفتاری سے پیش قدمی کی سخت ضرورت محسوس کرتا ہے۔ باہم افادہ واستفادہ، تعاون واشتراک میں مزید پیش رفت ہونی چاہیے۔ مناسب ہوگا کہ اس غرض کے لئے مستقبل قریب میں ارباب مدارس کی ایک نشست کی جائے اور اس میں وہ تجاویز زیر غور لائی جائیں جن سے اس مقصد کی برآری میں مدد مل سکے۔

معیار تعلیم وتربیت کا انحطاط

آج جب کہ عالمی سطح پر ایک طرف مختلف علوم وفنون کو عروج حاصل ہو رہا ہے،

علوم کی جزئیات میں اختصاص کا رجحان بڑھ رہا ہے، وہیں یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ بحیثیت مجموعی عصری اور دینی درس گاہوں کا معیار تعلیم و تربیت فروتر ہوتا جارہا ہے۔

عصری درسگاہوں میں بے راہ روی، اخلاقی قدروں کی پامالی، باہمی آویزش سیاسی اکھاڑ پچھاڑ، سیاسی تنظیموں کی ریشہ دوانیاں، تشدد اور مارپیٹ میں قابل تشویش حد تک اضافہ ہورہا ہے لیکن اس سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس طرح کے جراثیم اب دینی درسگاہوں میں پنپنے لگے ہیں۔

اجلاس کی نظر میں بالخصوص مدارس دینیہ میں ان رجحانات کا فروغ ملت کے لئے بہت بڑا المیہ ہے۔ اس پوری صورتحال کا گہرائی سے جائزہ لینے اور اس کے تدارک کی ٹھوس تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

ملت کے ارباب حل وعقد کو مدارس دینیہ کے اس عمومی زوال کا نوٹس لینا چاہئے۔ نظام تعلیم و تربیت کا ازسر نو جائزہ لے کر دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق تدوین جدید کرنی چاہئے۔ جملہ وابستگان مدارس کو مجموعی اصلاح حال کے لئے فکر مند ہوجانا چاہئے۔ بلکہ اس موضوع پر بھی سر جوڑ کر بیٹھنے اور اصلاح حال کے لئے متوسط الخیال ترتیب دینے کی ضرورت ہے۔

غزل

شفیع اللہ رازؔ

ابھی وسعت نہیں تیری نظر میں — فقط محدود ہے شام و سحر میں
بہت دشواریاں ہیں رہگذر میں — مگر ثابت قدم ہیں ہم سفر میں

درندے بستیوں میں گھومتے ہیں
نہیں محفوظ کوئی اپنے گھر میں

دریچوں سے تباہی جھانکتی ہے — چھپے ہیں زلزلے دیوار و در میں
اسی کا حق ہے ذروں کے اندر — اسی کا نور ہے شمس و قمر میں

جو دنیا کی حقیقت جانتا ہے
وہی دشمن ہے دنیا کی نظر میں

اڑانوں پر پرندوں کی نظر ہے — مگر قوت نہیں ہے بال و پر میں
سمٹ کر رازؔ شاید آگئے ہیں — زمین و آسماں میری نظر میں

غزل

ادریس ضیاؔ

ہر ایک حال میں جلنے کا حوصلہ نہ رہے — مخالفت میں ہوا دیئے کی اگر ہوا نہ رہے
بس آندھیوں کو یہی دھن سوار رہتی ہے — نظر کے سامنے اک پیڑ بھی کھڑا نہ رہے
دے قد مجھے چادر بھی کم عطا۔ ایسی — جو میرے پاؤں چھپائے تو سر کھلا نہ رہے
وہ شخص قیمتی کتنا ہے دور حاضر میں — جو چاہتا ہے عداوت بھی مخلصانہ رہے
میں چاہتا ہوں کہ اسکی گلی میں یوں کھو جاؤں — پھر اسکے بعد نکلنے کا راستہ نہ رہے
میں اپنی اسلئے کمزوریاں گناتا ہوں — کہ اسکو میری طرف سے مغالطہ نہ رہے
اسی میں سیاست کی عافیت ہے ضیاؔ — کوئی جگہ ہو کہیں امن کی فضا نہ رہے

تعارف وتبصرہ

جنید کاظمی استاد جامعہ

نام کتاب :- آئینہ طب
ناشر :- طبی سوسائٹی۔ طبیہ کالج۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ (یوپی)

زیر تبصرہ کتاب دراصل ایک میگزین ہے جسے طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کی طبی سوسائٹی نے ہر سال کی طرح ۹۵ء میں بھی شائع کیا ہے۔ یہ مجلہ تقریباً ۲۰۰ سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں انگریزی اور اردو زبانوں میں طب یونانی پر وقیع نگارشات شامل ہیں۔ اسے طبیہ کالج کے ہونہار طالب علم انور کمال صدیقی فلاحی نے ترتیب دیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مضامین کے انتخاب وترتیب میں بڑی دیدہ وری کا ثبوت دیا ہے۔

ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید دفتر المسیح دہلی کے خاتمہ کے بعد طب یونانی کا فکری سفر بھی ختم ہو چکا ہے مگر اس دلکش جریدہ کے تیور بتا رہے ہیں کہ یہ قدیم فن نہ صرف یہ کہ ہنوز زندہ ہے بلکہ اپنی ترقی کی انتہاؤں کو چھو لینے کے لئے رواں دواں بھی ہے۔ اس کی ترتیب واشاعت سے جو لوگ وابستہ ہیں وہ قوی حوصلہ نوجوان ہیں اور تحقیقی جذبہ سے سرشار ہیں جو نیم مردہ سمجھے جانیوالے قدیم فن طب کیلئے فال نیک ہے۔ انتخاب مضامین بتا رہا ہے کہ یہ حضرات طب یونانی کے تھمے ہوئے فکری ارتقاء پر سخت مضطرب ہیں اور تیز تر تحقیقی کام کر کے تلافی مافات کیلئے کوشاں ہیں۔ اللہ انکی سعی کو مشکور کرے۔

معدہ کے امراض پر جو تعارف پیش کیا گیا ہے اور اس سلسلے کے جن مرکبات کی تفصیل دی گئی ہے وہ موزوں اور مناسب ہے۔ یہ ایک اہم ضرورت پوری کرتا ہے۔ مرض نقرس پر حوالہ قلم مضمون پر بھی بے ساختہ واہ واہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اسباب

علامات اور علاج بڑے متوازن انداز میں پیش کئے گئے ہیں۔ شعبہ معالجات کے حکیم برکت اللہ صاحب نے ذیابیطس پر مضمون حوالہ قرطاس کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طب قدیم میں اس مرض کو کنٹرول کرنیکی پوری صلاحیت ہے۔ ضرورت مزید تحقیقات اور مسلسل تجربات کی ہے۔ اس ذیل میں مندرجہ اکثر ادویات شکر کی غیر ضروری تولید روکنے میں بہت موثر ثابت ہوتی ہیں ایسا مشاہدہ ہے شعبہ کلیات کے محمد اسلم خانصاحب نے اینٹی بائٹک کے منافع اور مضرات پر جو خیالات پیش کئے ہیں وہ انتہائی بیش قیمت ہیں۔ اس ذیل میں ایک پہلو کی طرف توجہ کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ یہ ادویہ جہاں جراثیم کے سمی اثرات زائل کرتی ہیں وہیں بہت سے امراض کے پیدائش کا سبب بھی بنتی ہیں۔ اس سلسلے میں اگر تحقیقات کی جائے اور ایسے موثر معلمات کی تلاش کی جائے جو انٹی بائٹک ادویہ کے ناپسندیدہ نتائج کا سد باب کر سکیں تو یہ فن طب میں ایک تجدیدی اہمیت کا اضافہ ہوگا۔ دوسرے مضامین جو اس خوبصورت میگزین کا حصہ ہیں، وہ بھی اپنے موضوع پر قیمتی سرمایہ ہیں اور لائق مطالعہ۔

حکیم فراست علی صاحب نے طبی کتابوں کا تعارف کرایا ہے وہ طلبائے طب کیلئے معلومات افزا اور بصیرت افروز ہے۔ ارباب طبی سوسائٹی سے گذارش ہے کہ وہ آئندہ سال کی میگزین میں ان الفاظ و مصطلحات کی لغت بھی شامل کریں جو نئی تحقیقات واکتشافات کے دوران وضع ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے انگریزی مترادفات بھی ہوں تو یہ ایک مفید خدمت ہوگی۔ ساتھ ہی ضرورت ہے کہ اب سے کم و بیش ۶۰ سال پہلے حکیم کبیرالدین صاحب نے جو طبی لغات مدون فرمائی تھی اس میں بعد کے اضافہ جات شامل کر کے عصری اسلوب میں دوبارہ شائع کرایا جائے۔ تبصرہ نگار ایک بار پھر لائق مرتب انور کمال صدیقی کو اس مفید کاوش پر مبارکباد دیتا ہے جنہوں نے اپنے مادر علمی جامعۃ الفلاح بلریاگنج کا نام روشن کیا اور دانشوروں کی اس

طویل صف میں جا ملے ہیں جن پر جامعہ کو فخر ہے۔

مجلہ بہترین سفید چکنے کاغذ پر شائع ہوا ہے۔ کتابت و طباعت کا معیار اچھا ہے۔ گرد پوش طبیہ کالج کی خوبصورت عمارت کی تصویر سے مزین ہے اور ادارہ سے وابستہ اصحاب کے ذوقِ لطیف کا آئینہ دار ہے۔ قیمت کے اندراج کا نہ ہونا یہ بتاتا ہے کہ مجلہ عام فروخت کے لئے نہیں ہے۔ میرا خیال ہے میگزین کو بے قیمت رکھنے اور ادارہ سے وابستہ افراد تک محدود رکھنے کی روایت اب ختم کر دینی چاہئے تاکہ انکی افادیت عام ہو اور انکی فروخت سے اس کی اشاعت پر ہونے والے اخراجات کا ایک حصہ وصول ہو جایا کرے۔

تذکرۃ القراء

محترم محمد الیاس اعظمی کی کاوش "تذکرۃ القراء" ملت کے اس علمی سرمایہ میں گرانقدر اضافہ ہے جس کی تخلیق کا سہرا اعظم گڑھ جیسے مردم خیز خطہ کے سر جاتا ہے۔ "تذکرۂ قاریانِ ہند" اس سلسلہ کی اولین کوشش کہی جا سکتی ہے جو اس موضوع پر مرزا کرنل بسم اللہ بیگ نے مرتب کی تھی اور حیدرآباد سے شائع ہوئی تھی۔ اردو زبان و بیان میں اس کے بعد سے جو تبدیلیاں واقع ہوئیں ان کے پیشِ نظر مذکورہ تالیف متقاضی تھی کہ کوئی صاحبِ حوصلہ اُسے از سرِ نو عصری اسلوب میں ترتیب دیتا، تغیراتِ زمانہ کے حسبِ حال زبان و بیان کے نوک پلک درست کرتا اور اسکے بعد کی تحقیقات کے ماحصل کو شامل کر کے اُسے مزید وقیع بناتا۔ یہ سعادت اس طور پر لائق مرتب کے حصہ میں آئی کہ موصوف نے "تذکرۂ قاریانِ ہند" کی تصویب و تجدید اور اس میں ضروری اضافوں کے جھنجھٹ میں پڑ کر ایک مستقل کتاب مرتب کر دی جس میں مذکورہ سارے تقاضے پورے ہو گئے۔ اس بیش قیمت اضافہ کیلئے لائق مرتب مبارکباد کے مستحق ہیں۔ تجوید و ترتیل کی افادیت اتنی ہی نہیں ہے کہ وہ ہماری سماعت کو لطف انبساط فراہم کرتا ہے بلکہ اس کی دینی اہمیت بھی

مسلم ہے جیسا کہ خود مصحفِ پاک میں صاحبِ کلام کا ارشاد ہے۔ ورتل القرآن ترتیلا۔ خوشی کی بات ہے کہ امت اس فرض سے غافل نہیں ہے اور روئے زمین کے چپہ چپہ پر حفظ و تجوید کے مراکز کا جال پھیلا ہوا ہے مگر تاریخ کے صفحات میں ائمہ قرأت کے تذکروں سے خالی نظر آتے ہیں جنہوں نے اس فن کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ اور انہیں کا فیض سینہ بسینہ ہم تک منتقل ہوتا آیا ہے۔ عربی لٹریچر میں تو اس موضوع پر متعدد کتب و رسائل نظر آتے ہیں جیسا کہ لائق مرتب نے کتابیات کے تحت انکا احاطہ کیا بھی ہے مگر اردو کا دامن خالی خالی لگتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلے میں مزید کام کیا جائے اور دنیائے تجوید و قرأت کے ان تابندہ ستاروں کے تفصیلی حالات و خدمات کا تعاقب کیا جاتا رہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں لائق مرتب نے ۲۰۰ ائمہ قرأۃ کی حیات و خدمات کا اجمالی تذکرہ عصری اسلوب میں کیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ شروع یا آخر میں ایک فہرست ہوتی جس سے مطلوبہ شخصیت کے حالات تلاش کرنے میں سہولت ہوتی۔ کتاب میں ائمہ مذکور کی ترتیب زمانی کا بھی لحاظ نہیں ہے جسکی ضرورت تھی۔ تبصرہ نگار نے جستہ جستہ زیرِ تبصرہ کتاب دیکھی اور اسے ہر جگہ تلامذہ کی فہرست میں غیر عربی قراء کے ناموں کی تشنگی محسوس ہوئی۔

کتاب اچھے سفید کاغذ پر، معتبر کتابت و طباعت کے ساتھ ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے گرد پوش اس کے علاوہ ہے اپنی مجموعی حیثیت کے تناسب میں اسکی قیمت پچاس روپے اس لئے بھی کچھ زیادہ محسوس ہوتی ہے کہ اس جیسے خشک موضوع پر کتابوں کی فروخت ایک مسئلہ بن جاتا ہے جو بالآخر مصنف یا ناشر یا دونوں کیلئے مایوسی اور حوصلہ شکنی کا سبب بن سکتا ہے۔

بہرحال زیرِ تبصرہ کتاب اپنے موضوع پر ایک خوش آئند پیش رفت ہے اور امید ہے کہ اس سے مزید لوگوں کو اس میدان میں کام کرنے کا حوصلہ ملے گا۔

اظہار احمد فلاحی مدنی

جامعہ کے لیل و نہار

جامعہ میں چمن بندی اور صفائی

عرصہ سے تمنا رہی ہے کہ جامعہ کے میدانوں میں سبزہ زار اور پھلواریاں ہوتیں، جامعہ کے منتظمین مبارکباد کے لائق ہیں کہ انہوں نے اس پر توجہ دی، اس وقت مسجد میں حوض کے دونوں بازوؤں میں پھلواری نظر آرہی ہے اور مودودی ہاسٹل کے سامنے ہرے بھرے پودے اپنے گملوں میں رونق افروز ہیں وہیں حسن البنا منزل کے سامنے چار مختصر پارک دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہاسٹل کے تمام ابواب کے درمیان بڑا میدان ہریالی کا منظر پیش کر رہا ہے جس کے چاروں طرف ہری فصیل اٹھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ منتظمین کی کوششوں کو بارآور لائے۔ آمین۔

اجلاس عام ششم کے موقع پر منتظمین جامعہ نے باوجود عسرت کے صفائی پر بھرپور توجہ دی عمارتیں دودھ سے نہا گئیں، نالیاں زمین دوز ہوگئیں، راستے مٹی و گرد سے دور ہو گئے، گھاسوں کو بڑی خوبصورتی اور ترتیب سے مشین کے ذریعہ تراشا گیا و درس گاہ کے سامنے بڑے میدان کو ہموار کرنے کی کوشش کی گئی۔

طلبہ کا تعلیمی مظاہرہ

اجلاس عام کے موقع پر حسب سابق طلبہ کا عالیشان پروگرام رہا۔ جس میں طلبہ کی تقریری اور سماجی صلاحیتیں کھل کر سامعین کے سامنے آئیں۔ طلبہ نے تقاریر، نظموں و مکالموں کے ساتھ ایک بہترین ڈرامہ پیش کیا۔ یہ ڈرامہ نعیم صدیقی کے "ایک سوال چار جواب" کے بنیادی نکات پر تیار کیا گیا تھا۔ حاضرین نے اسے

خوب سراہا، وہیں طلبہ نے قرآن کی زبان میں دو مختصر تمثیلیے پیش کئے اور حاضرین سے داد تحسین حاصل کی۔

ذمہ داران انجمن کا انتخاب

اجلاس عام کے موقع پر ذمہ داران انجمن کا انتخاب ہوتا ہے ۲۰؍ اکتوبر ۹۶ء کو طلبہ قدیم کے موجود ۲۰۰ ممبران نے بالاتفاق صدر کیلئے مولانا رحمت اللہ اثری فلاحی صاحب کو دوبارہ صدر منتخب کیا۔ اس کے بعد شوریٰ کا انتخاب عمل میں آیا۔

نو منتخب شوریٰ کی پہلی میٹنگ ۲۸؍ اکتوبر ۹۶ء بعد نماز فجر ہوئی جس میں سکریٹری کیلئے مولانا نور محمد صاحب فلاحی کو اور خازن کیلئے مولانا عبد العظیم صاحب فلاحی کو منتخب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ سبھی ذمہ داروں کو حسن و خوبی انجمن کی خدمت کا موقع عنایت فرمائے آمین۔

طلبۂ جامعہ کا پٹنہ کانفرنس میں شرکت

۱، ۲، ۳ نومبر ۹۶ء S.I.O کی شمالی ہند کانفرنس میں شرکت کیلئے جامعہ سے طلبہ بسوں کے قافلہ میں سوار ہو کر پٹنہ پہونچے اور وہاں پروگراموں سے استفادہ کے بعد بخیر و خوبی نئی تازگی و خوراک کے ساتھ جامعہ واپس آئے اور مطالعہ و درس میں مصروف ہو گئے۔

طلبہ کی ریلی

جماعت اسلامی اتر پردیش کے ہفتہ تعارف قرآن کے موقع پر جامعہ کے طلبہ نے ایک شاندار ریلی نکالی، یہ ریلی جامعہ سے نکل کر بلریا گنج چوک تک اپنے نعروں و بینروں کے ساتھ گئی وہاں سے دو حصوں میں بٹ کر مشرقی و مغربی راستوں کے ذریعہ بازار خاص میں اکٹھا ہوئے وہاں استاذ محترم مولانا عبد الحسیب صاحب اصلاحی امیر مقامی کا خطاب باوجود سخت دھوپ کے بڑے سکون سے سنا، خطاب کے بعد بچوں میں مٹھائیاں تقسیم ہوئیں۔ اسکے بعد طلبہ بڑے منظم انداز سے واپس جامعہ پہونچے

اس ریلی کا بڑا اچھا اثر رہا برادران وطن کو ریلی کے ذریعہ ہفتہ تعارف قرآن کا علم ہوا اور انکے اندر قرآن شریف پڑھنے و سمجھنے کی تڑپ پیدا ہوئی۔

نائب امیر جماعت اسلامی کا خطاب

مولانا عبد العزیز صاحب نے بعد نماز فجر فلاح کی مسجد میں طلبہ سے خطاب فرمایا جس میں ہفتہ تعارف قرآن کی مناسبت سے قرآن پڑھنے سمجھنے عمل کرنے اور اس کی تعلیم عام کرنے پر طلبہ کو متوجہ کیا اور بطور خاص وقت کی قدر کرنے پر زور دیا۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کے فرزند جامعہ میں

محترم ڈاکٹر سید سلمان صاحب پروفیسر ڈربن یونیورسٹی ساؤتھ افریقہ سمینار علامہ سید سلیمان ندویؒ کے بموقع پر جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ آئے وہاں سے مولانا ابو البقاء ندوی صاحب کی دعوت پر جامعہ تشریف لائے بعد نماز عصر طلبہ سے خطاب کیا اخلاق پر زور دیا بعثت لأتمم مکارم الاخلاق حدیث سنائی اور سیرت نبوی کے مطالعہ پر طلبہ کو ابھارا۔

جناب نثار احمد فاروقی صاحب کی جامعہ میں آمد

محترم نثار احمد فاروقی صاحب ۳۰ر نومبر ۹۶ء کو جامعہ تشریف لائے طلبہ سے خطاب کیا تربیت پر زور دیا اور تربیت کو عصری کالجوں کے مقابلہ میں طرۂ امتیاز قرار دیا، علامہ شبلی و سید سلیمان ندویؒ کے نقش قدم پر چل کر ان کے جیسا بننے کی تاکید فرمائی عرض کیا کہ صلاحیتیں ہر ایک کے اندر موجود ہیں جس کو جد و جہد کے ذریعہ اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ علم شرک کو گوارہ نہیں کرتا نیز بتایا کہ سرٹیفکٹ سے علم کا تعلق نہیں۔ علم کچھ اور ہی چیز ہے۔

حادثہ محمد عمرانؒ

جامعہ کے سابق طالب علم منشی محمد انور صاحب رکن انتظامیہ و سابق نائب ناظم کے فرزند محترم نسیم احمد فلاحی وحید المبین فلاحی و محمد امین فلاحی کے بھتیجہ اور عزیزی ضیاء الرحمٰن فلاحی و عطاء الرحمٰن فلاحی کے برادر حقیقی، سعودی ایر لائنس کے حادثہ میں شہید ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ عزیزی ضیاء الرحمٰن و محترم وسیم احمد غازی فلاحی و عبد الرشید فلاحی تگ و دو کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لاش کو وطن عزیز لانے میں کامیاب ہو گئے۔ مرحوم کے جنازہ میں کثیر تعداد نے شرکت کی اتنا بڑا جنازہ میں نے بلریا گنج میں نہیں دیکھا۔ اس حادثہ عظیم میں برادر عبد المبین صاحب فلاحی کے برادر نسبتی بھی شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ دونوں مرحومین کو جنت میں اونچے سے اونچا مقام دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے آمین۔ محمد عمران کے تین بچے ہیں سب سے بڑا لڑکا سات سال کا ہے۔

سالانہ امتحان و چھٹیاں

رجب کا مہینہ آتے ہی تمام طلبہ امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے ہیں، ممتاز طلبہ اپنی پوزیشن بچانے کے لئے تعلیم پر مزید وقت صرف کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ طلبہ کو سال بھر اسی طرح جد و جہد کرنے کی توفیق دے۔

سالانہ امتحان کے لئے ۱۴ر دسمبر ۱۹۹۶ء سے اسباق بند ہو جائیں گے اور ۱۷ر دسمبر ۹۶ء سے تحریری امتحانات ہو کر ۳۱ر دسمبر ۱۹۹۶ء کو اختتام پذیر ہوں گے۔ ۳۱ر دسمبر ۹۶ء کو آخری پرچہ ہوگا۔ اس کے بعد طلبہ گھروں کو جا سکیں گے۔ اساتذہ حضرات نتائج کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے اور ۷ر جنوری ۹۶ء کو جامعہ تعطیل کلاں کیلئے بند ہو جائے گا۔ طلبہ و اساتذہ ان شاء اللہ ۸ شوال بمطابق ۱۸ر فروری ۹۶ء کو دوبارہ جامعہ کے احاطہ میں تشریف لائیں گے۔

انعام کے مستحق طلبہ

انجمن طلبہ قدیم ہمیشہ سے کوشاں رہی ہے کہ طلبہ کی تعلیمی رہنمائی کے ساتھ ساتھ، پیش آمدہ تعلیمی موانع و مشکلات کے ازالہ میں ان کا تعاون کیا جائے انکی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کی ہر ممکن تدبیر کی جائے۔ اسی ضمن میں انجمن نے یہ طے کیا ہے کہ طلبہ کے اندر تعلیم کا ذوق و شوق پیدا کرنے اور ان میں تعلیمی مسابقت کا جوش و جذبہ پیدا کرنے کیلئے انکی ہمت افزائی کی جائے اور نمایاں طلبہ کو انعامات دیئے جائیں۔ سنہ ۱۹۹۲ء سے یہ انعامات تقسیم نہیں کئے جا سکے ہیں ان شاء اللہ شوال میں تقسیم انعامات کی تقریب منعقد ہوگی اور آئندہ سال بسال شوال میں یہ کام انجام پاتا رہے گا ان شاء اللہ العزیز۔

انعام حاصل کرنیوالے خوش نصیب طلبہ کی فہرست درج ذیل ہے۔

سنہ ۱۹۹۲-۹۳ء

عربی اول

اشتیاق عالم رانچی I
شمیم قمر نیپال II
نیاز احمد سہیم اعظم گڑھ III

عربی دوم

عبدالحلیم نیپال I
خورشید عالم " II
نسیم اختر " III

عربی سوم

نجم السحر دربھنگہ I
عبیداللہ بنگال II
محمد آصف علی پور اعظم گڑھ III

عربی چہارم

ابوزید سہیم اعظم گڑھ I
رضوان احمد بستی II
ملک راشد فیصل بستی III

عربی پنجم

محمد فیصل بستی I
اکرام الرحمٰن دربھنگہ I
طفیل احمد گونڈہ II

عربی ششم

محی الدین غازی بلریاگنج I
محمد اعظم گونڈہ II
اسامہ اکرم رامپور III

عربی ہفتم

کرم حسین بستی I
شمشاد حسین بجنور II

عبدالواحد بستی III

سنہ ۱۹۹۳-۹۴ء

عربی اول

شمشاد عالم بندی کلاں مئو I
شمس الزماں الہ آباد II
شمیم اختر نیپال III

عربی دوم

اشتیاق عالم رانچی I
عبدالعزیز فارس بلریاگنج II
نیاز احمد سہیم اعظم گڑھ III
شمیم قمر نیپال III

عربی سوم

خورشید عالم نیپال I
آفتاب عالم کانپور II
عبدالحلیم نیپال III

عربی چہارم

فیصل اقبال اعظم گڑھ I
عبیداللہ بنگال II
عبدالرب نیپال III

عربی پنجم

ابوزید سہیم اعظم گڑھ I
محمد سہیل علاء الدین پٹی II
مسعود الظفر اعظم گڑھ III

عربی ششم

طفیل احمد گونڈہ I
محمد عمر نیپال II
اکرام الرحمٰن دربھنگہ II

عربی ہفتم

محی الدین بلریاگنج I
عبدالقادر اناؤ II
محمد اعظم گونڈہ III

سنہ ۱۹۹۴-۹۵ء

عربی اول

معراج احمد کشمیر I
انس اظہار بلریاگنج II
اطہر علی نیپال III

عربی دوم

شمشاد عالم بندی مئو I
امیر طالب بلریاگنج II
شمیم اختر نیپال III

عربی سوم

اشتیاق عالم رانچی I
عبدالعزیز فارس بلریا II
عبدالرحمٰن تھوٹی III

عربی چہارم

آفتاب عالم کانپور I
رئیس احمد اناؤ I
عبدالحلیم نیپال II

عربی پنجم

محمد آصف علی پور اعظم گڑھ I
فیصل اقبال اعظم گڑھ II
نجم السحر دربھنگہ III

عربی ششم

ابوزید سہیم اعظم گڑھ I
رضوان احمد بستی II
محمد الیاس ابورلہ III

عربی ہفتم

اکرام الرحمٰن دربھنگہ I
شکیل احمد الہ آباد II
طفیل احمد گونڈہ III

سنہ ۱۹۹۵-۹۶ء

عربی اول

عبدالماجد رانچی I
وسیم احمد بستی II
منہاج الدین بلریاگنج III

عربی دوم

معراج احمد کشمیر I
انس اظہار بلریاگنج II
شرف الدین " III

عربی سوم ۹۶-۹۵ء

شمشاد احمد سندی کلاں I
محمد کامل الہ آباد II
شمیم اختر نیپال III
ثناء اللہ الکافی دربھنگہ III

عربی چہارم

نیاز احمد سیم اعظم گڑھ I
اشتیاق عالم رانچی II

عبدالرحمٰن تھوٹی اعظم گڑھ III

عربی پنجم

رئیس احمد اناؤ I
آفتاب عالم کانپور II
شفیق الرحمٰن دہلی III

عربی ششم

عبدالباسط مئو I
جنید احمد بستی II

خالد وحید پٹنہ III

عربی ہفتم

ابو زید سیم اعظم گڑھ I
رضوان احمد بستی I
محمد الیاس اکولہ II
مجیب الرحمٰن پورنیہ III

سنہ ۹۳-۱۹۹۲ محمد عابد اسعد پنجم ب ۵۷۷ I مہراج گنج — فیضان احمد سعید احمد اول ب ۳۹۷ II
صلاح الدین عنایت اللہ سبحانی مولف ۵۷۸ II ″ — محمد سالم ابو شحمہ اول الف ۳۹۶ III
محمد زاہد فیاض پنجم (ب) ۵۶۴ III نعیر پور — سنہ ۹۳-۹۲ درجہ پنجم الف عامر شعیب ۶۳۰ I
محمد عامر شعیب مدنی چہارم الف ۵۷۷ I مہراج گنج — شہنواز احمد عبدالمحسن پنجم د ۵۶۲ II
محمد زاہد عابد علی ″ ب ۵۸۰ II جگت پور — افتخار احمد متاع علی ″ د ۵۵۶ III
یحییٰ قمر اشرفی رحمت اللہ اشرفی ″ ب ۵۷۰ III مہراج گنج — عابد عالم اشتیاق احمد چہارم د ۵۹۹ I
عبداللہ طاہر مدنی سوم ب ۵۹۰ I ″ — محمد اکرام محمد مصطفیٰ ″ ب ۵۱۸ II
خالد سیف اللہ محمد اللہ ″ ب ۵۲۵ II ″ — رضوان ظفر الحسن ″ ب ۵۱۴ III
صباح الدین عبدالقاہر ″ ب ۵۲۵ II ″ — محمد اسامہ شعیب مدنی سوم ب ۴۰۹ I
اعجاز احمد ریاض احمد ″ ج ۴۸۲ III سکندرپور — رضوان احمد نور محمد فلاحی ″ ب ۵۸۹ II
ابوذر مقصد سلطان دوم ج ۵۳۸ I مہراج گنج — محمد فیصل سراج احمد ″ ج ۵۸۳ III
ابو حاتم عارف ″ د ۵۲۸ II ″ — فیضان عالم سعید احمد دوم ب ۵۳۲ II
محمد اسلم تبن سرور ″ د ۵۱۵ II شہاب پور — شہنواز دستگیر ″ ج ۵۴۴ I
ابو طلحہ ابو ہریرہ اول ب ۴۰۶ I مہراج گنج — ندیم احمد وارث ″ دوم الف ۴۸۵ III

نسیم اعجاز احمد اول ج ۴۷۱ I
تبریز احمد عین الحق ″ ″ ۴۶۰ II
انتخاب عالم حامد ″ الف ۴۴۹ III
سنہ ۹۶-۹۵ پنجم الف ریحان الحق فضل حق ۵۷۰ I
حامد فاروق پنجم د ۴۹۱ II
محمد عرفان رحمت علی پنجم ب ۴۶۳ III
رضوان احمد نور محمد چہارم د ۵۸۵ I
محمد اسامہ شعیب مدنی ″ د ۵۶۵ II
زبیر احمد ابو عمیر چہارم ب ۵۶۰ III
عبداللہ امتیاز سوم ب ۵۴۸ I
ابو طلحہ ابو ہریرہ ″ ج ۵۴۱ II
عبدالمالک عالمگیر ″ ب ۵۳۴ III
عبداللہ عبدالقوی دوم ج ۴۸۸ I
نسیم احمد اعجاز ″ د ۴۱۶ II
محمد وحید افتخار ″ د ۴۱۱ III
سید محمد سلطان اول الف ۴۳۶ I
ابو غزالی ثاقب اول ج ۴۰۵ II
محمد فیصل منصور ″ الف ۴۰۳ III
سنہ ۹۶-۹۵ ابوذر مقصد سلطان پنجم ج ۵۷۸ I
نشاط اقبال پنجم د ۵۵۸ II
زہیر احمد ابو عمیر ″ ب ۵۳۹ II
رضوان احمد نور محمد فلاحی پنجم د ۵۳۵ III

شاہ عالم نور الدین چہارم د ۵۶۹ I
عبدالسلام ریاض الدین ″ ب ۵۴۵ II
محمد یعقوب جمال الدین ″ الف ۵۳۹ III
شعبان عبدالغفار سوم ج ۵۷۵ I
شہزاد احمد شمشاد ″ الف ۵۵۹ II
عبداللہ محمد صابر ″ ب ۵۴۷ III
محمد فیصل عمران دوم د ۴۵۰ I
محمد ثاقب جواد ″ د ۵۴۸ II
نوشاد احمد نثار ″ د ۴۳۲ III
پرویز احمد اقبال احمد اول الف ۴۴۹ I
تبریز احمد تقی احمد اول ″ ۴۰۰ II
محمد شاہد احسان ″ ″ ۳۵۷ III
سنہ ۹۳-۹۲ ہشتم - امیر طالب ۲۸۶۰ I
شمشاد عالم ۲۸۴۳ II
عبدالحی اشرفی III
اطہر علی (ہفتم) ۲۷۹۷ I
منہاج الدین ۲۷۰۳ III
ندیم احمد ۲۷۴۸ II
جمیل احمد ششم ۲۵۳۱ I
حذیفہ جمال ۲۵۴۳ II
محمد عاطف ۲۵۰۲ III
سنہ ۹۳-۹۲ فہد حامد ششم ۳۴۴ I

سنہ ۹۳-۹۴ منہاج الدین ہشتم ۳۶۰ I — سنہ ۹۴-۹۵ وسیم احمد ۳۶۹ II — ہشتم محمد عامر ۔ I

اطہر علی ۳۸۶ III — محمد اسعد ۳۹۳ II — محمد ریاض اسعد ۳۷ III

وسیم احمد ہفتم ۳۳۰ I — محمد شارق ۳۹۰ III — سنہ ۹۵-۹۶ صلاح الدین ۳۰ ہشتم I

جلیل احمد ۲۳۰ II — ہفتم صلاح الدین ۲۳۵ I — عبدالباری ۵۶ II

محمد شارق ۳۳۷ III — عبدالبارق ۳۲۰ II — ظفر اقبال ۲۴ III

عبدالباری ششم ۸۰ I — ظفر اقبال ۲۳۸ III — ہفتم افضل حسین ۲۸ I

ظفر اقبال ۴۷ II — ششم افضل حسین ۳۳ I — محمد عامر ۹۳ II

نیاز احمد خان ۱۰۱ III — عبدالصمد ۴۰ II — ریاض مسعود ۱۰۰ III

ششم ۔ برکان الحق ۲۳۳ I — فضل زید ۳۰۰ II — ذیشان احمد ۲۶۷ III

ذمہ داران جامعہ کا انتخاب

مجلس انتظامیہ منعقدہ ۱۹، ۲۰ دسمبر سنہ ۹۶ء میں ترمیم شدہ دستور ۵ جنوری ۱۹۹۶ء سے نافذ العمل قرار دیا گیا اور اس دستور کے تحت مندرجہ ذیل اہم ذمہ داروں کا انتخاب عمل میں آیا۔ امید ہے یہ نیا نظام مقاصد جامعہ کی بارآوری میں زیادہ مفید و معاون ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نو منتخب ذمہ داران کے ذریعہ جامعہ کو استحکام و ہمہ جہتی ترقی عطا فرمائے۔

شیخ الجامعہ:۔ مولانا سید جلال الدین عمری صاحب (علی گڑھ)

ناظم جامعہ:۔ ڈاکٹر خلیل احمد صاحب (بلریا گنج)

نائب ناظم جامعہ:۔ مولانا ابوالبقاء صاحب ندوی (رتنگاؤں پور)

مہتمم تعلیم و تربیت:۔ مولانا عبدالحسیب صاحب اصلاحی (علاؤالدین پٹی)

اعلان عام

آئندہ تعلیمی سیشن کا آغاز ان شاء اللہ ۸ شوال مطابق ۱۶ فروری بروز دوشنبہ ہوگا۔ داخلہ فارم کے موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ رمضان مطابق ۲۵ جنوری سنہ ۹۶ء ہے۔ نئے داخلہ کیلئے عربی اول کا ٹسٹ ۲۲ فروری سنہ ۹۶ء کو ہوگا۔ اور ضمنی امتحانات ۱۸ تا ۲۴ فروری کو ہونگے۔

بہی خواہان جامعہ کی خدمت میں

ناظم جامعہ

آج کے طوفانی دور میں جب کہ ہر طرف مادیت کی یلغار ہے اور اخلاقی قدریں روبہ زوال ہیں، اسلام پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور ملت اسلامیہ کو مختلف قسم کے چیلنجوں کا سامنا ہے، ایسے پرآشوب دور میں "جامعۃ الفلاح" ان چیلنجوں کا ایک پرعزم جواب ہے، جہاں مسلمان بچوں کی اس انداز سے تعلیم و تربیت کی جاتی ہے کہ ان کے اندر کتاب و سنت کا گہرا علم پیدا ہو اور اسلامی اخلاق و کردار سے آراستہ ہوں، عصر حاضر کے افکار و نظریات سے واقفیت ہو اور ان کے اندر احیائے دین و شہادت حق کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ وہ وسعت قلب و نظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح اور دعوت اسلامی کے لئے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر سکیں۔

نیچے جامعہ کے نمائندوں اور ان کے حلقہ کار کی فہرست دی جا رہی ہے براہ کرم بہی خواہان جامعہ ان کے ساتھ اپنی دلچسپیوں اور ہمدردیوں کا ثبوت دیں اور دیگر احباب کو بھی متوجہ کریں۔

۱- جناب شیخ اخلاق احمد صاحب " مولانا کمال الدین "	رسے روڈ، ویے پارلے، دھاراوی، سائن، باندرہ، سانتا کروز، ماہم، اندھیری، جوہو گلی، گورے گاؤں، کاندیولی، گنیش نگر، ملاڈ، جوگیشوری، بوریولی۔
۲- جناب ماسٹر عبدالمالک صاحب " محمد خالد "	مدنپورہ، بائیکلہ، بھنڈی بازار، پوری بندر، قلابہ، گرانٹ روڈ، بمبئی سنٹر، سات راستہ، ڈونگری، دادر، ٹیمکر محلہ، کماٹی پورہ، چوکی محلہ، جیریا اسٹریٹ، جے جے ہاسپٹل، روضہ ہاشمی، چراغ گلی، مومن پورہ، بدو پورہ کا تعاون کریں۔

۲۔ جناب مولانا امیر فیصل صاحب	کرلا، ساکی ناکہ، گھاٹ کوپر، وکرولی، بھانڈوپ، گونڈی، چمبور، مرول ناکہ، خیرانی روڈ۔ جیکال ٹیجیوائی، بگین واڑی، واکولہ، سلائی داس۔
" " افتخار الحسن "	
۴۔ " " عرفان احمد صاحب	بھیونڈی، کلیان، مالیگاؤں۔
" حافظ ریاض احمد "	ناسک، کسارہ۔ پونا۔
" " ارشاد احمد "	سیرا کوسہ، دھلیہ،
۵۔ " ماسٹر محمد خالد صاحب	جلگاؤں، بھساول، برہانپور، ملکاپور۔
" حافظ عطاء اللہ "	جالنہ۔ اکولہ۔ اورنگ آباد۔ یوت محل پاچورہ فیض پور۔ یاول۔
۶۔ " مولانا اطہر احمد "	احمد آباد۔ سورت۔ واپی۔ بلساڑ۔
" ماسٹر حبیب احمد "	بڑودہ۔
۷۔ " حافظ احسان الحق "	اندور، اجین
۸۔ " ماسٹر محمد طاہر صاحب	سنبھل، مرادآباد، بدایوں، ککرالہ، اعلیٰ پور، کٹیاں۔ راجستھان۔ جے پور۔ کوٹہ۔ باران۔ سکیت۔ وزیرپور۔ مانگرول۔ سانگود۔ مرزاپور۔ سوائی مادھوپور مکھول۔ بیاور۔ بھیلواڑہ۔ سیلو۔ گنگاپور سٹی، ادتی کلاں
۹۔ " مولانا جمیل احمد صاحب	دہلی۔ غازی آباد۔ میرٹھ۔ ہاپوڑ۔ مظفر نگر۔ میرانپور مصوری، سہارنپور۔ دیوبند۔
۱۰	
۱۰۔ " ماسٹر توفیق احمد "	دہلی
۱۱۔ " مولانا محمد شاہد "	حیدرآباد، سکندرآباد
" شیخ وحیدالدین "	بنگلور، ہاسن، مدراس۔
مولانا حکیم الدین	
۱۲۔ " ماسٹر کامل رضا "	کلکتہ، آسنسول، بردوان، بھاگلپور، پٹنہ۔

۱۳۔ جناب منشی محمد سہیل صاحب	بنارس، لکھنؤ، کانپور، بریلی، رامپور، آگرہ، علی گڑھ نینی تال، ہلدوانی۔
۱۴۔ " محمد محسن صاحب	سلطانپور، فیض آباد، ٹانڈہ، بسکھاری، منصور گنج، بھوپے پور، جلالپور، جھلی تھر، شہزادپور، فتح پور، جہانگیر گنج
۱۵۔ " ماسٹر نظام الدین صاحب	گورکھپور، سمریاواں بازار، اٹوا بازار، جھکہیا، ڈومریاگنج، بستی، تلسی پور، پچپیڑوا، بلرامپور، منکاپور، بانسی، اگوشیرہ، لار، سیوتہ۔
۱۶۔ " ماسٹر ہارون رشید صاحب	مرزاپور۔ ادیرا۔ بھدوہی۔ بادشاہ پور۔ سریانوں۔ الہ آباد۔ سرواں۔ سرائے عاقل۔ مئوآئمہ۔ کٹیان گنج۔ گڑھ۔ بھوتیا۔ پھولپور۔ چرک چنار، رابرٹس گنج، بندھنیا چلی
" " علی رضا "	سرائمیر، انبارکی۔ اترولیا۔ بوڑھن پور۔
۱۷۔ " " سراج احمد "	شہر اعظم گڑھ۔ محمد پور، بنارس، منجیرپور، پھریہا۔ نظام آباد۔ بڈھریا۔ سنوارہ، کوپلاڑی، کوٹیلا۔
۱۸۔ " " معین الدین "	مئو، کوپاگنج، بندی کلاں، سلطانپور، دھلتی، فیروزپور فتح پور، تال رتوے۔ کٹائی چور، ادھوائی۔
۱۹۔ " " محمد حنیف "	مبارکپور، علاؤالدین پٹی، بمہرول، جیراجپور، گولا گوری، نصیرپور، شیخوپور، جمین پور، عظمت گڑھ، چھپور، محمدپور، چاند پار، شاہ پور، بڑوادہ، ظہیرالدین پور، ماہروالہ، بڑوسیہ، اترکھیا۔
۲۰۔ " " عبدالحفیظ "	رسول پور۔ مرسی۔ چاند پٹی۔ کرمینی۔ فتح پور، رضاپارہ سون بزرگ۔ بھیمبر، ناد، بازار، گوسائیں، سلیم پور،
" اعجاز احمد "	صلاح الدین پٹی، بھیک پٹی، تھوکٹی، پلیا، کرتھی پور

۲۱۔ جناب صغیر احمد صاحب

سرکھیپورہ، سروہا، سکندرپور، زیدپور، قاضی کی سرائے
شاہ پور، ٹڑیاں، جگمل پور، خیرالدین پور، کندھرا پور
خیرالدین پور۔ ویرہن خورد۔

۲۲۔ " ایاز احمد "

مبارکپور، چکیا، ابراہیم پور، لال گنج، بیرٹیہہ،
کٹھولی، دوہٹہ، تبارکپور، سلطان پور، دیوگاؤں، بیہی، اقبال پور،
سنگراواں۔ بسہم۔ اسپاری۔ تیاؤ، ججھورا، جیتے پور،
اٹھیہہ، سنجیرپی، چھاؤں، بسریکا، طوسی، بگھراول۔
سرنشدہ، ملقاپور، تونیہ ڈیہہ، سمبھریا، بسلم پٹی،
باری خاص، بسہا، چٹھیار، بھیلا گڈھ، پانڈے پور،
کوٹرہ گھنی۔
بلریا گنج، شہاب الدین پور، جگت پور۔

۲۳۔ " مولانا محبوب صاحب
" ماسٹر شاہنواز "
۲۴۔ " رضوان احمد "
" امتیاز احمد "
" مولانا عبدالکریم صاحب

خالص پور، سیجادا پور، شحفہ پور، اشرف پور، منگیٹ
لنگڑ پور، بلیا کلیان پور، ڈھکواں، کنگرہ بیچھہ، بہمیور
جمورسی، فخرالدین پور، لوہرہ، نورالدین پور۔
چھتر پور، انجان شہید، دیوا پار، دہماپار
ورتی، شکریا، خالص پور، تتروجین پور۔

Regd. No. 46068/86 S.T.D. 05466 Ph. 25115

Monthly MAJALLAH HAYAT—E—NAU

BILARIAGANJ AZAMGARH (U.P.)

Nov , Dec. Jan 1996-97 Vol. 12 No. 11-12-1